OPEN ACCESS
SUJRIS
﴾ Swat University Journal of Religious & Islamic Studies ﴿
ISSN: 2959-5509
www.sujris.uswat.edu.pk

SUJRIS
Vol.:3, Issue: 1, Jan - June 2025 PP: 21-44

جہاد پر نبیل آصف قریشی کی آراء کا تنقیدی جائزہ

A critical review of Nabeel Asif Qureshi's views on jihad

Hassina Khan
PhD Scholar, Department of Islamic Studies and Religious Affairs, University of Malakand
Email: laloonak86@gmail.com

Dr. Aliya javed
Assistant Professor, Department of Islamic Studies and Religious Affairs, University of Malakand
Email: aliya91077@gmail.com

Dr. Janas Khan
Professor, Department of Islamic Studies and Religious Affairs, University of Malakand
Email: drjanaskhan9911@gmail.com

Abstract

This article critically examines Nabeel Qureshi's interpretation of jihad with special reference to his book; "No God but One, Allah or Jesus?" .Nabeel Asif Qureshi (1983-2017) an ex-Ahmadi who converted to Christianity and later emerged as a prominent apologist. He portrays jihad as an inherently violent doctrine rooted in early Islamic sources and argues that contemporary extremist movements represent a faithful continuation of Islamic tradition. Qureshi's accusations on Islamic struggle of peace is based on text of Quranic verses and prophetic traditions, but the study highlights that Qureshi interprets Islamic sources out of context while relying on biased literature and Islamophobic narratives which proven his research is flawed and biased. This article critically examines the accuracy, Credibility, and methodological consistency of Qureshi's claims and arguments within his personal theological background. In contrast, the Quran and prophetic traditions of jihad presents an ethical, principled, and highly regulated framework for defensive struggle and moral reform, jihad is not an open call to violence but a controlled, ethical, defensive effort to protect justice and improve society. Nabeel Qureshi raised various objections regarding jihad in an attempt to portray Islam as a violent religion. This article responds to all of those objections through scholarly and research-based evidence.

Keywords: *Jihad, Nabeel Qureshi, Christian Apologetics, Islam, Terrorism, ISIS, Crusades.*

CC BY

تمہید

ہر نظام حیات میں ایک دفاعی نظام موجود ہوتا ہے جس کا مقصد ملکی دفاع اور اپنے نظریہ کی حفاظت ہوتی ہے۔ہر قوم اپنے اصولوں ،اپنے نظریہ اور اپنی ملکیتی حدود کی حفاظت ،چاہے وہ فکری ہو یا جسمانی،کا خاطر خواہ انتظام رکھتی ہے۔قدیم سے جدید تک کا اگر جائزہ لیا جائے تو ہر دور میں دفاع کے پیش نظر آلات دفاع اورانسانی خدمات کو بحیثیت جنگجو ،مجاہدین یا فوج کی صورت میں منظّم کیا گیاہے۔ایسے ہی دین اسلام صرف ایک مخصوص طبقاتی نظریہ نہیں ہے، بلکہ ایک مکمل نظام حیات ہے جس کو عالمگیر حیثیت حاصل ہے۔ اس لئے اس کا دفاعی نظام بھی انتہائی استحکام کا متقاضی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے پیش نظر جہاد جیسا الہامی نظام دفاع مسلمانوں کو عطا کیا ہے۔اسی دفاعی نظام کو قریشی نے اپنے اعتراضات کا نشانہ بنایاہے،اس کا موقف ہے کہ جہادایک دفاعی عمل نہیں ہے بلکہ آمن کو سبوتاژ کرنے کا ایک متشدد فعل ہے۔قریشی نے اپنی کتاب کے حصہ پنجم "Jihad or the crusades" کے عنوان کے تحت ان دونوں مذہبی یا مقدس جنگوں پر بحث کرتے ہوئے مؤقف اپنایا کہ حضرت عیسیٰؑ امن کے داعی تھے تواسلام ایک جارحانہ مذہب ہے کیونکہ اس کے پیروکار آج جو بھی جارحانہ کاروائیوں کا حصہ ہیں جو کہ قرآن اور سنت سے ثابت ہے۔قریشی باب کی ابتداء میں لکھتاہے کسی بھی مذہب کواس کے پیروکاروں کے کردار کی بنا پر نہیں جانچنا چاہئے مگر ضروری ہے کہ ان کے کسی بھی قسم کے فعل کے پیچھے کارفرما تعلیمات اور ان کے مذہبی رہنما کے کردار کا مطالعہ کیاجائے۔قریشی نے حضرت محمدؐ کی ذات مبارکہ اور قرآن کریم کی تعلیمات کی روشنی میں جہاد کواپنےاعتراضات کا نشانہ بناتے ہوئے اسلام کوایک پرامن مذہب ماننے سے انکار کیا۔قریشی نے درج ذیل اعتراضات کئے ہیں؛

1۔ مدافعانہ صلیبی جنگیں اور مسلمانوں کی جارحیت پسندی: قریشی کی رائے میں صلیبی جنگیں اسلام اور عیسائیت کے مابین سب سے بڑااور منظّم معاندانہ معرکہ تھا۔ جس میں بظاہر مسلمان مظلوم دکھائی دیتے ہیں مگر صلیبی جنگوں کو محققانہ نظر سے دیکھا جائے تو پتا چلتاہے کہ مسلمان کسی طور بھی ان جنگوں سے بری الذمہ قرار نہیں دئے جاسکتے کیونکہ مسلمانوں کی جارحانہ کاروائیوں نے عیسائیوں کو مجبور کیا کہ وہ اپنے دفاع میں تلوار اٹھالیں،کیونکہ سلجوق ترکوں نے عیسائیوں سے ان کی زمینیں بزور چھیننا شروع کر دیں تھیں۔ جس میں مشہور شہر "نیقا" بھی شامل تھااور پھر بازنطینی شہنشاہ نے پوپ اربن دوئم سےاپنے دفاع کی درخواست کی اور یہ ایک منصفانہ جنگ تھی جس کا وجود ناگزیر تھا۔وہ لکھتے ہیں؛

> *"The Byzantine emperor, who asked Pope Urban II for help defending his lands at the Council of Piacenza in 1095, In other words, Muslims were actively attacking and conquering Christians, and the First Crusade was a defensive effort"*(1)

تجزیہ: ایک منصفانہ جنگ وہی ہوتی ہے جس میں دفاع اور ذاتی مقاصد کا عمل دخل نہ ہو۔اور قریشی نے صلیبی جنگوں کو "just War" کہا ہے، کیونکہ قریشی نے لکھا ہے کہ عیسیٰؑ کی تعلیمات امن اور جنگ باہم متضاد ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ صلیبی جنگوں کاآغاز کرتے وقت عیسائیوں نے آگسٹائن کے دلائل پر بھروسہ کیا[2]۔اور وہ دلائل یوں ہیں؛

> *"Augustine of Hippo (ad354–430) defined the four essential characteristics of a Just War:*
> *It must have a just cause.*
> *It must be for defence or to recover rightful possessions.*

It must be sanctioned by a legitimate authority.
Those who fight must have the right intentions."(3)

جبکہ صلیبی جنگیں سیاسی اور معاشی مقاصد کے پیش نظر مذہب کے نام پہ لڑی گئیں اور لڑنے والوں کے ارادے بالکل بھی نیک نہ تھے۔ یہاں سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے جتنی بھی جنگیں لڑیں تو ان میں سے کونسی جنگ مسلمانوں نے مندرجہ بالا اسباب کے بغیر صرف دنیاوی مقصد کے لئے لڑی؟ قریشی نے یہ بھی لکھا کہ جسٹ وار کے نظریہ کے کچھ اور پہلوؤں کی موجودگی میں یہ جنگ ایک بڑی برائی کے خاتمے کے لئے ایک چھوٹی برائی کی صورت میں ناگزیر تھی۔ مگر اس نے باقی پہلوؤں کا ذکر نہیں کیا کیونکہ عہد نامہ قدیم میں جنگ وجدل کی آیات کو اس نے عیسائیوں کے لئے قرار نہیں دیا[4] اور یہ پہلو قریشی کے دعوئے امن کے خلاف بھی جاتے ہیں۔ جو پہلو قریشی نے واضح نہ کیا وہ بائبل سے ہے، جو یوں ہے؛

"This belief in a Just War or holy war was derived from a number of sources, including the
Following:
The Bible, especially the Old Testament, was full of examples of fighting heroes, such as Joshua, King David and Judas Maccabeus. The victories of the Israelites over their enemies were viewed as triumphs for God over heathen people.
The Greek philosopher Aristotle (c.384–322bc) had used the phrase 'Just War' to describe war, which was, as he put it, 'for the sake of peace'.
Roman writers, such as Titus Livius Patavinus, known as Livy (64 or 59bc to12 or 17ad), added the idea of the causa belli, where war was justified if the enemy had broken an agreement. Marcus Tullius Cicero (106–43bc) believed that a Just War was one where lost goods could be recovered or where self defence was involved."(5)

جب کہ قریشی عہد نامہ قدیم کے جنگی احکام سے عیسائیوں کو مستثنیٰ قرار دیتا ہے اور صلیبی جنگوں میں باقی وجوہات میں سے بھی کوئی وجہ اس جنگ کو منصفانہ ثابت نہیں کرتے۔ قریشی نے حقائق کو لکھنے سے گریز کیا حالانکہ مسلمانوں کے عہد میں تمام غیر مسلموں کو تمام تر بنیادی سہولیات میسر تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ جزیہ کی صورت میں جو ٹیکس وہ دیتے تھے اس کا مقصد ان کی حفاظت تھی۔ اور یہ ٹیکس سہولیات کی فراہمی کے سامنے بہت کم تھا اور اس میں بھی بوڑھوں اور بچوں کو استثناء حاصل تھا۔ ایسے ہی عیسائیوں پر ظلم وستم کے قصے بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ خود ایک عیسائی مصنف نے لکھتے ہیں؛

"These Arab conquests had the following effects:
Christians were not persecuted for their faith as they were a People of the Book.
Christians had to pay taxes to secure their safety.
Christian places of worship were not generally attacked.
Some Christians converted to Islam.
Most people spoke Arabic in the conquered areas.
Nazareth, Bethlehem and Jerusalem continued to contain a significant number of Christians."(6)

اسی طرح ایک اور مصنف نے بھی لکھا ہے کہ؛

"When the aim of liberating Jerusalem was coupled to lurid (probably exaggerated) stories of the maltreatment of both the Levant's native Christians and western pilgrims, the desire for vengeance, along with the opportunity for spiritual advancement")7(

صلیبی جنگوں میں کی گئی ظلم و بربریت کو قریشی کسی طرح منصفانہ کاروائی نہیں قرار دے سکتا اگر ایسا ہی تھا تو یہودیوں کے قتل عام کی بھی پھر وجہ بنتی تھی مگر اس نے لکھا؛

"It was believed that Jewish moneylenders kept hoards of wealth. Emicho's army went from city to city slaughtering innocent Jews as "enemies of Christ," plundering their wealth to finance the Crusade. His army killed thousands of Jews and forced others to convert or face the same fate.")8(

یہودی جو عیسائیوں کے اولین دشمن تھے۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ سے خوب دشمنی نبھائی اور جن کے تحت تین سو سال تک عیسائیوں کی حالت ایک مظلوم پسے ہوئے طبقے کی تھی وہ قریشی کے لئے "معصوم" ہو گئے۔ اور جنہوں نے عیسائیوں کو مذہبی آزادی دی اور حضرت عیسیٰؑ کو ماننے والے تھے وہ قریشی کے بدترین دشمن کہلائے۔ یہ سب قریشی کے تعصب کی مثالیں ہیں۔ اور ساتھ ہی عیسائیوں کی ملک گیری اور دولت کی ہوس اور اُن کی دہشت گردی کا ثبوت ہے کیونکہ اسلامی حکومتیں صلیبی جنگوں کے وقت باہمی نااتفاقی کی بنا پر کمزوری کا شکار تھیں اور یہ صلیبیوں کے لئے بہترین وقت تھا کہ مسلمانوں پر حملہ کیا جائے۔

عیسائیوں کو اپنے دفاع سے زیادہ اسلام کی اشاعت سے تکلیف تھی، حکمرانوں اور پادریوں کو اپنی اجارہ داری خطرے میں نظر آئی تو انھوں نے صلیبی جنگوں کا آغاز کیا جو آج تک اعلانیہ پوشیدہ صورتوں میں جاری ہے۔ اسلام کی ہر طرح کی امن پسندی کے باوجود یہودی، ہنود اور نصرانی میڈیا، حکمران طبقہ اور مستشرقین کی طرف سے مسلسل اسلام کے خلاف پروپیگنڈا جاری ہے۔ پہلی صلیبی جنگ میں بیت المقدس کی فتح کے بعد عیسائیوں کا مقصد صرف بے دریغ مسلم نسل کشی ہی تھی ورنہ بیت المقدس کے قبضے پر اکتفا ہو جاتا۔ اس کے بعد جب صلاح الدین ایوبی (9) کے ساتھ صلح ہو گئی تو صلح کے باوجود مزید جنگ لڑی جاتی رہی اور آج تک ہر جگہ مسلمانوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے حالیہ دور میں اس کی سب سے بڑی مثال فلسطین کی ہے جس میں عیسائی امداد کے ساتھ یہودی مسلمانوں کی نسل کشی کرنے میں مصروف ہیں۔

2۔ مملوک آبادی کا عیسائیوں کے خلاف استعمال: قریشی لکھتے ہیں کہ صلیبی جنگوں کا تاریخی مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ سلجوق فوج میں موجود "مملوک" کوئی اور نہیں عیسائی بچے تھے جن کو عیسائی مقبوضات سے مسلمانوں نے غلام بنا لیا تھا اور پھر ان کی باقاعدہ تربیت اور ذہن سازی سے ان جنگجوؤں کو عیسائیوں کے خلاف لڑنے کے لئے تیار کرتی تھی۔ قریشی کا کہنا ہے کہ یہ کوئی نیا عمل نہیں تھا بلکہ اسلام کی ابتدائی دنوں سے یہ سلسلہ چل رہا تھا، قریشی لکھتے ہیں؛

"The Seljuq army contained warriors called mamluks, slave children who were trained to ultimately become young professional fighters……These slave boys were often captured from places like Egypt, where Christian territories had been conquered by Muslims. This means Muslim rulers were capturing Christian boys and turning them into slave warriors to fight against other Christians")10(

تجزیہ: قریشی کو اعتراض ہے کہ مسلمانوں نے غلاموں کے ساتھ بدسلوکی کی تاریخ رقم کی۔ جو اگرچہ سراسر جھوٹ ہے مگر دوسری طرف اعتراض کے مملوک عیسائی بچے تھے جن کو غلام بنایا گیا۔ یہاں اعتراض کی گنجائش نہیں بنتی تھی بلکہ یہ تو رشک کا مقام تھا کہ اسلام نے غلاموں کو اتنا درجہ دیا کہ وہ حکمرانی کرنے لگے نہ صرف مملوک بلکہ خاندان غلاماں بھی۔ پھر قریشی کی کذب بیانی بھی ضرب المثل ہونی چاہئے کہ یہ عیسائی تھے۔ مملوک،قزوین، کوہ قاف اور دشت قپچاق کے علاقوں سے تاتاریوں کے حملوں کے دوران بھاگ کر اسلامی ملکوں میں آگئے تھے۔ یا تاتاریوں نے ان کو غلام بنا کے فروخت کر دیا تھا بہت سے صاحب ثروت لوگوں نے ان کو خرید لیا تھا۔ یہ مملوک عموماً غیر مسلم تھے۔ جو بعد میں اسلام قبول کر کے باقاعدہ عملی تربیت حاصل کر کے اہم شخصیات کی حفاظت کی ذمہ داری سنبھالتے تھے۔ یہ مملوک بہت بہادر تھے اور ایوبی سلطنت میں اپنی بہادری کی وجہ سے بڑے بڑے عہدوں پر جا پہنچے تھے ان کا اعلی عہدوں پر پہنچنا مسلمانوں کے غلاموں کے ساتھ بہترین سلوک کی ایک مثال ہے۔ ایوبی حکمران ملک صالح جب تخت نشین ہوئے تو عمائدین سلطنت میں بہت سے مملوک امراء بھی تھے۔ ملک صالح نے ان مملوکوں کی تربیت پر خاص توجہ دی ان کو علوم اسلامیہ میں بھی درجہ کمال تک پہنچایا اور عسکری تربیت بھی کی۔ ایوبی سلطنت میں مملوک ایک فعال اور مؤثر طاقت بن چکے تھے مگر یہ کبھی بے قابو نہیں ہوئے ان کے بڑے بڑے گھر اور قلعے بھی موجود تھے۔ ان میں کچھ بحری مملوک تھے جو دریائے نیل کے مقام پر رہتے تھے اور کچھ مملوک سلطان صلاح الدین کی تعمیر کردہ قلعہ قاہرہ کے برجوں میں رہتے تھے اس لیے وہ ممالیک برجی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مشہور حکمران الملک الظاہر رکن الدین بیبرس مملوک سلطنت کے نامور حکمران تھے۔ انھوں نے 1260ء سے 1277ء تک سترہ سال مصر اور شام پر حکومت کی۔ انھوں نے تاتاریوں کو شکست دے کر ان کی قوت وطاقت کا خاتمہ کیا تھا۔ وہ نسلًا ایک قپچاق ترک تھے۔ اور مسلمان خاندان سے تعلق رکھتے تھے ان کا نام محمود تھا، کہا جاتا ہے کہ منگولوں نے انہیں غلام بنا کر شام میں فروخت کر دیا تھا۔ وہ ایوبی سلطان الصالح ایوب کا ذاتی محافظ تھا۔ وہ ساتویں صلیبی جنگ میں فرانس کے لوئس نہم اور 1260ء میں جنگ عین جالوت میں منگولوں کو شکست دینے والے لشکروں کے کمانڈر تھے۔[11]

اب جب کہ یہ مملوک نہ صرف حکومت میں اعلی عہدوں پر فائض تھے بلکہ بڑے بڑے سپہ سالار اور بڑے بڑے لوگوں کے محافظ دستوں میں بھی شامل تھے تو ایسی کیا مجبوری تھی کہ اگر مسلمانوں نے ان کو زبردستی مسلمان کیا تھا تو یہ پھر بھی مسلمان تھے اور جب ان کی اپنی حکومت بن گئی اور یہ خود حکمران ہو گئے تو پھر انہوں نے اسلام کو کیوں نہیں چھوڑا۔ قریشی نے کذب بیانی کی ہے۔

قریشی نے اپنے دعوے کا کوئی ثبوت نہیں دیا کہ یہ عیسائی بچے تھے جن کو مسلمان عیسائی علاقوں سے لاکر عیسائیوں کے خلاف تربیت دیتے تھے۔ حالانکہ ان کی حکمرانی تاریخ کا یہ ایک ناقابل یقین باب ہے کہ کم و بیش تین صدیوں تک اسلامی دنیا پر حکومت کی۔ صلیبیوں اور تاتاریوں کو عبرتناک شکستوں سے دوچار کیا۔ جنہوں نے اسلامی دنیا میں ایک اہم اور باعزت مقام حاصل کیا۔ مملوک غلام ابن غلام نہ تھے، جیسے قدیم روم ویونان میں ہوتے تھے بلکہ باقاعدہ تعلیم وتربیت، ہنر، مارشل آرٹس، درباری آداب اور اسلامی علوم کی مکمل تربیت کے بعد ان کو آزاد کر دیا جاتا لیکن ان سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ اپنے مالکوں کے وفادار رہیں گے جن کو وہ باپ کا درجہ دیتے تھے۔ اور ان کو رشتہ داروں کی حیثیت سے جانا جاتا تھا نہ کہ غلامی کی بدترین صورت میں ان کو رکھا جاتا[12]۔ قریشی کے دعوے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

3۔صحابی رسولؐ حضرت عمرو بن العاص کے ظلم وستم: قریشی ، حضرت عمرو بن العاصؓ [13] کے متعلق لکھتے ہیں کہ انھوں نے 640ء میں شمالی مصر میں ظلم کی داستانیں رقم کیں عمرو بن العاصؓ نے ہزاروں باشندوں اور عیسائی فوجیوں کو قتل کیا اور عورتوں، بچوں کو قیدی بنا کر آپس میں تقسیم کر لیا، مسلمان فوجوں نے شہر کو ایک ویرانہ بنا کر چھوڑ دیا اور یہ معرکہ عمرو بن العاصؓ کا سب سے رحم لانہ معرکہ تھا۔ وہ مزید بیان کرتے ہیں؛

"Amr and the Muslim army . . . made their entry into Nakius and took possession. Finding no soldiers, they proceeded to put to the sword all whom they found in the streets and in the churches, men, women, and infants. They showed mercy to none."(14)

اس ظلم وبربریت کو قریشی جہاد اور سنت رسولؐ سے جوڑتے ہیں ،اس سے آگے وہ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی جہادی تاریخ عیسائی علاقوں پر قبضہ اور تشدّد سے بھری پڑی ہے، 600ء کی دہائی کے وسط سے لے کر 1095ء تک اور اس کے بعد بھی عیسائی سرزمین پر اسی طرح کے حملے مسلمان کرتے رہے۔ جب بازنطینی شہنشاہ نے پوپ سے مدد مانگی اس وقت تک عیسائی دنیا کے دو تہائی حصے پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔

تجزیہ: قریشی نے یہ ساری تاریخ نیکوس کے بشپ یوحنا کے حوالے سے لکھی ہیں جس کا غیر جانبدار ہونا ناممکن ہے اسی کتاب کے متعلق کئی مقامات پر الفریڈ بٹلر کہتے ہیں کہ ؛

"This episode is not free from doubt. It is given in John of Nikiou, chapter cxiv, which, however, is full of perplexity. The text says on the one hand that 'Amr started upon this expedition leaving a strong force in the citadel of Babylon, and on the other hand it leaves the Romans in possession of Nikiou……. The fact is that the events in this and the following chapters of John's Chronicle are tumbled topsy-turvy, and the task of resetting them in order is almost hopeless."(15)

اسی طرح بٹلر کی کتاب کے حاشے میں ہر موقع پر وضاحت کی گئی ہے جیسے ؛

"These names are certainly corrupt; but I give them as they stand in John of Nikiou."

پھر لکھتے ہیں؛

"The Chronicle of John of Nikiou in these last chapters often seems a mere collection of fragments of history flung together at haphazard, and such narrative as can be founded upon it is often at total variance with Arab records"(16)

جس واقعے اور ظلم وستم کا ذکر قریشی نے بشپ کے حوالے سے کیا ہے اس کے متعلق مورخ بٹلر بیان کرتے ہیں کہ یہ تمام تفصیلات من وعن اسقف نیکوس یوحنا سے لی گئی ہے مسلمان تاریخ دان اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔اور حضرت محمدؐ کو ماننے والوں کے لئے اور ایسے وقت میں جب حضرت عمرؓ جیسے خلیفہ کا دور حکومت بھی ہو یہ ممکن نہیں کہ ایک مسلمان سپہ سالار اور اس کی فوج بچوں اور عورتوں کو قتل کرے اور جب کہ مزاحمت بھی نہ ہو۔جنگ کی اجازت صرف حربیوں کے ساتھ ہے اس کے علاوہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ پھر اگر قریشی کی بات مان بھی لی جائے کہ عمر بن العاص نے قتل عام کیا تھا تو بھی کہیں سے اس کو اسلام سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ جیسے قریشی صلیبیوں کا ظلم وستم اور یہودیوں کے قتل عام کو عیسیٰؑ کی تعلیمات سے

ہٹ کر صلیبیوں کا ذاتی عمل کہتا ہے ایسے ہی پھر اگر کوئی عمل ثبوت کے ساتھ ہو اور اسلام کے متضاد ہو تو وہ بھی اس شخص کا ذاتی عمل ہے اس کا الزام حضرت محمدؐ کو دینا انتہائی غلط اور ناانصافی ہے۔ جبکہ تاریخی اعتبار سے عمرو بن العاص نے فتح مصر کے بعد کوئی قتل عام نہیں کیا بلکہ باقاعدہ حضرت عمر بن خطاب کے مشورے سے مصر کہ لوگوں کو ہر طرح کا تحفظ فراہم کیا گیا ان کے مال ان کے اباؤاجداد کے اموال کی حفاظت اور خواتین، بچوں، راہبوں اور معبد گاہوں کی حفاظت کے فیصلہ کیا گیا۔ اور ہر صحت مند آدمی پر سالانہ دو دینار کا جزیہ مقرر کیا گیا جو ان کی ہی حفاظتی ٹیکس کے طور پر لیا جاتا تھا اور اس میں بھی بچے، عورتیں اور بوڑھوں کمزوروں کو استثناء حاصل ہوا۔[17]

4۔ حد ارتداد آزادی عقیدہ کے متصادم ہے: قریشی کا اسلام پر بدامنی اور بے رحمی کا ایک اور الزام حد ارتداد کی صورت میں ہے، مگر یہاں بھی قریشی نے جانبداری سے کام لیتے ہوئے لکھا ہے کہ حد ارتداد کے بارے میں مسلمانوں کے سب مکاتب فکر تقریباایک سی سوچ رکھتے ہیں مگر ان میں سے صرف فرقہ احمدی ہی ہے جو سب سے زیادہ پرامن اپروچ رکھتا ہے۔ اسی باب میں وہ حضرت محمدؐ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ؛

> *"The hadith are full of references to Muhammad's killing apostates and ordering them to be killed"* [18]

اور اس کے ثبوت کے لئے وہ صحیح بخاری کی حدیث کا حوالہ دیتے ہیں۔ وہ حد ارتداد کے متعلق کہتے ہیں کہ پر امن مسلمان (احمدی) اس سزا کو قرآن میں نہیں پاتے اس لئے وہ اس کے حق میں نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ احمدی مسلمانوں کے موقف کو مغرب میں زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ وہ لکھتا ہے قانونی طور پر صحیح مسلمان قرآن کو ماننے والے ہیں جن کو وہ[19] "Quran-only" کہتا ہے جو ہمیشہ سے اسلام میں انتہائی اقلیت رہے ہیں۔

تجزیہ: قریشی نے صرف قرآن والے مسلمانوں کا ذکر کر کے ایک طرف تو قادیانیت کی حمایت کی ہے اور دوسری طرف سزا ارتداد پر اعتراض لگایا کہ یہ یا تو حدیث میں ہے یا علما کی طرف سے نافذ شدہ ہے۔ جہاں تک حد ارتداد کا تعلق ہے تو قریشی جو دنیاوی امن وسلامتی کے لئے کسی "Divine solution" کا حامی ہے اس کو ان ہی قوانین کی اہمیت سے انکار بھی ہے۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں ملکی قوانین کی خلاف ورزی کرنے والے کو پھولوں کے ہار نہیں پہنائے جاتے بلکہ اس کے لئے باقاعدہ تحریری طور پر باہم مشاورت سے نافذ سزائیں موجود ہیں۔ پھر الہامی دین کی توہین اور بے عزتی پر کیونکر سخت سزا نہیں ہو سکتی۔ کسی ادارے کا یا ملک کا کوئی سربراہ یا رکن اگر اپنے ادارے یا ملک سے غداری کرے تو اس غدار کے لئے موت کی سزا ٹھیک ہے مگر جب خالق کائنات سے غداری کی جائے تو اس کو کچھ کہنا آزادی اظہار عقیدہ کی منافی کیوں ہو جاتی ہے۔ قریشی کی منافقت کا کوئی علاج نہیں۔ سیدّ ابوالاعلیٰ مودودی نے اس اشکال کی وضاحت اپنی کتاب "مرتد کی سزا" میں قرآنی آیت کی رو سے کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ یہ سزا بعد کے مولویوں کی اختراع نہیں ہے بلکہ اس کا ذکر قرآن کی سورت سورۃالتوبہ میں یوں ہے:

" فَإِن تَابُواْ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِيْ الدِّيْنِ وَنُفَصِّلُ الآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُون، وَإِن نَّكَثُواْ أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُواْ فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُواْ أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لاَ أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُون "[20]

"لہٰذا اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو یہ تمھارے دینی بھائی بن جائیں گے، اور ہم احکام کی یہ تفصیل ان لوگوں کے لئے بیان کررہے ہیں جو جاننا چاہیں۔ اور اگر وہ اپنے عہد دینے کے بعد اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمھارے دین میں طعن کریں تو ایسے کفر کے سربراہوں سے اس نیت سے جنگ کرو کہ وہ باز آجائیں۔ کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کی قسموں

کی کوئی حقیقت نہیں"

اس آیت مبارکہ میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی رو سے عہد شکنی سے مراد صرف سیاسی معاہدات کی خلاف ورزی نہیں ہے بلکہ آیت کے سیاق واضح طور پر "اقرار اسلام سے پھر جانا" بیان کرتا ہے اور اس کے بعد کی آیت میں وضاحت ہے کہ تحریک ارتداد کے سر کردہ سرداروں سے جنگ کی جائے[21]۔

حد ارتداد وہ واحد سزا نہیں جس کا ذکر قرآن میں بقول معترضین نہیں ہے حالانکہ اس کے وجود کا ذکر مندرجہ بالا سطور میں ثابت کیا گیا ہے۔ایسے ہی اور بہت سے معاملات ہیں جن کی مکمل تفصیل قرآن میں نہیں مگر قرآن اس کی بنیاد فراہم کرتا ہے ۔اور ہمارا ایمان ہے کہ وحی غیر متلو کی صورت میں قوانین و معاملات کے احکام احادیث وسنت سے ملتے ہیں جن پر ایک مسلمان کا عمل کرنا لازم اور ایمان کامل کا حصہ ہے۔ حضرت محمدؐ کے متعلق قرآن میں ذکر ہو چکا ہے کہ وہ جو بھی کہتے ہیں وہ اللہ کی جانب سے وحی ہوتی ہے اور جن امور میں وہ فیصلہ کر لیں ان میں کسی مومن کو بحث کی اجازت نہیں اور حضرت محمدؐ کی اطاعت میں ہی اللہ کی اطاعت ہے۔ پھر قریشی کی صرف قرآن والے مسلمان کی بحث کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ حدیث ہی قرآن کی تشریحی وتشریعی تفسیر ہے۔

قریشی کے مطابق حد ارتداد آزادی عقیدہ کے خلاف ہے۔ مولانا مودودیؒ صاحب فرماتے ہیں کہ اسلام پر اس اعتراض کی وجہ یہ ہے کہ اس کو معترضین صرف ایک مذہب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک مذہب نہیں دین ہے جو ایک مکمل ضابطہ حیات رکھتا ہے جس میں قانونی تمام تر رہنمایاں موجود ہیں اور اس سزا کے نافذ ہونے کے لئے بھی عملاً باقاعدہ اسلامی حکومت اور سلطان موجود ہونا لازم ہے[22]۔اور حقیقت بھی یہی ہے کہ کوئی بھی مذہب یا قانون آزادی نہیں دیتا یہ بذات خود آزادی کو محدود کرنے والے عناصر ہیں۔ یہ نعرہ آزادی اظہار یا آزادی زندگی صرف کم علم انسانوں کو ٹریپ کرنے کے لئے ہے قانون اور مذہبی اصول ہوتے ہی انسانی عقائد وافعال کو ایک حد میں رکھنے کے لئے ہیں، ورنہ بنا قانوں اور مذہب جس کا جو دل چاہتا کرتا اور دنیا میں صرف بدامنی کا راج ہوتا۔ایک مصنف اسی متعلق لکھتے ہیں کہ دنیا بھر کی حکومتوں کے قوانین میں سے کسی بھی ملک میں شخصی آزادی یا آزادی ضمیر کا سراغ نہیں ملتا کیونکہ دنیا میں کوئی ایسا قانون نہیں جس میں جبر نفس نہ ہو یا افراد معاشرہ کو اس پر عمل کرنے پر مجبور نہ کیا گیا ہو[23]۔

ایسے ہی جب ملٹری کوڈ کی یا ملکی ائین کی خلاف ورزی قابل سزا جرم ہے تو پھر ایک مذہب کے خلاف بغاوت کا جرم کیونکر قابل سزا نہیں ہو سکتا ؟ یہ منافقت ہے۔جس طرح باقی جرائم کی سزائیں مقرر ہیں بالکل یہ بھی ایسا ہی جرم ہے جس کی سزا مقرر کی گئی ہے ورنہ تمام قوانین کو ختم کر کے آزادی فکر و عمل کا نعرہ بلند کر دینا چاہئے کیونکہ تمام ملکی قوانین ہی پھر قریشی کی سوچ کے مطابق "an assault on the sensibilities" قرار پائیں گے۔

اسلامی حکومت میں ہر شخص کو زندہ رہنے کا حق اور اپنی تہذیب و ثقافت اور اپنی مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کا حق ہے ان کی جان مال اور عزت کی حفاظت بھی اسلامی حکومت ہی کے ذمہ داری ہوتی ہے کسی بھی غیر مسلم پر زبردستی نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنا عقیدہ بدل لیں۔ لیکن جب معاملہ ارتداد کا ہو تو پھر اس کی سزا اصل میں عہد کے توڑنے کی صورت میں ہوتا ہے (وہ عہد جو اللہ اور اس کے رسول سے ہوتا ہے) کیونکہ اگر کسی بھی غیر مسلم کو اسلامی حکومت کے تحت قتل کیا جاتا تو کسی بھی غیر مسلم کا نام ونشان تک نہ رہتا۔اور یہ جرم جو ارتداد کہلاتا ہے یہ اتنا سنگین جرم ہے کہ اس سے نہ صرف مرتد کے اپنے متعلقین متاثر

ہوتے ہیں بلکہ پورا معاشرہ بھی اضطراب میں مبتلا ہو جاتا ہے[24]۔اور باقی مسلمانوں کے لیے بھی اس کا یہ عمل ایک غیر یقینی صورتحال کا باعث بنتا ہے۔

اور کیا وجہ ہے کہ قریشی صرف اعتراضات کا دائرہ اسلام تک رکھ کر اپنے پڑھنے والوں کو گمراہ کررہاہے ارتداد کی سزا تو بائبل میں بھی ہے وہاں عقیدے کی آزادی کیونکر نہیں دی گئی۔بائبل میں کتاب استثناء کے باب 13 میں لکھا ہے کہ اس شخص کو جو کتنا ہی قریبی یا عزیز کیوں نہ ہو ضرور قتل کرنا،اسے سنگسار کرنا جو خود تو راستہ سے بھٹکا ہے تمہیں بھی بھٹکا رہا ہو۔

5۔کفار اور اہل کتاب سے لڑنے کا حکم: قریشی کا کہنا ہے کہ قرآن میں آیت ہے کہ " لَآ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ"[25] دین میں کوئی زبردستی نہیں" کو امن پسند مسلمان اسلام کی پرامن تصویر کے طور پر پیش کرتے ہیں اور حدارتداد کی مخالفت میں اس سے استدلال کرتے ہیں، مگر علماء اسلام (بحوالہ ابن کثیر) وہ اس آیت کو سورۃالتوبہ کی آیت 29 سے منسوخ قرار دیتے ہیں جس میں اہل کتاب سے لڑنے کا حکم ہے اور اگر وہ اسلام قبول نہیں کرتے تو پھر عاجز ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔اسی بناپر قریشی نے جہاد کو ایک پر تشدد سرگرمی قرار دیا ہے اس نے ابن کثیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ سورۃالبقرہ کی آیت 256 "لا اکراہ فی الدین " کو سورۃالتوبہ کی آیت 29(قَاتِلُوا الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ) سے منسوخ کر دی گئی ہے۔

تجزیہ: تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ آیت ان اہل کتاب کے حق میں ہے جو نسخ و تحریف توراۃ وانجیل کے پہلے دین مسیحی اختیار کر چکے تھے اور اب وہ جزیہ پر رضامند ہو جائیں۔بعض اور کہتے ہیں آیت قتال نے اسے منسوخ کر دیا، تمام انسانوں کو اس پاک دین کی دعوت دینا ضروری ہے،اگر کوئی انکار کرے اور جزیہ بھی نہ دیں تو بیشک مسلمان اس سے جہاد کریں۔

> "وقد ذهب طائفة كثيرة من العلماء أن هذه محمولة على أهل الكتاب ومن دخل في دينهم قبل النسخ والتبديل إذا بذلوا الجزية . وقال آخرون : بل هي منسوخة بآية القتال وأنه يجب أن يدعى جميع الأمم إلى الدخول في الدين الحنيف دين الإسلام ، فإن أبى أحد منهم الدخول فيه ولم ينقد له أو يبذل الجزية ، قوتل حتى يقتل "[26]

قول کثیر سے واضح ہورہا ہے کہ اس میں علماء مختلف الرائے ہیں یہ مکمل منسوخ آیت نہیں جس کا حکم ختم ہوگیا ہے بلکہ باقی حکم کی حیثیت رکھتا ہے اگر ایسا ہی ہوتا جیسا نبیل نے کہا ہے تو حضرت عمر اپنے غلام کے ساتھ ہی زبردستی کر چکے ہوتے یااس وقت ساری دنیامیں اسلام ہوتا نہ کہ اپنی امن پسندی کی بناپر مسلسل یہود ،ہنود اور نصاریٰ کے ظلم وستم کا شکار ہورہے ہوتے۔دین اسلام ایک قلبی کیفیت کے تحت ہے کسی کو زبردستی کوئی بھی عقیدہ اس کے دل میں نہیں سمایا جاسکتا۔اسلام عملی اطاعت اور فرمانبرداری کے ساتھ قلبی سپردگی کا نام ہے یہ کسی کے ساتھ زبردستی کر کے حاصل نہیں ہوتی۔کتاب الاستفسار میں اس حوالے سے لکھا ہے کہ؛"اس آیت کا اتنا ہی مطلب ہے کہ دین کے حاصل ہونے میں اکراہ کو دخل نہیں یعنی کسی کے دل میں اکراہ سے دین نہیں جمتا۔رہا یہ جو قرآن شریف میں حکم ہے کہ " فاقتلواھم حیث وجد تموھم "سو یہ حکم خاص انہی لوگوں کے حق میں ہے جو وہاں بت پرست تھے اور موسیؑ اور عیسیؑ کو بھی نہیں مانتے تھے اور برسوں ان کو سمجھاتے گزرا انہوں نے نہ مانا اور نہ ماننے کے سوا خداپرستوں اور توحید والوں پر ہزاروں طرح کے انہوں نے ظلم کیے اور کرتے تھے اور بت پرستی کے لیے جس پر قابو پاتے اکراہ کرتے اور مار ڈالتے اور لوٹ لیتے تھے اور انواع واقسام فساد، توحید کی موقوفی کے لیے برپا کرتے تھے۔سو صرف

ان کی تذلیل کے لیے حکم دیا تو ان کو جہاں پاؤ لوٹ لو اور مارو۔ہاں اگر بظاہر اسلام قبول کریں تو ان کو چھوڑ دو اس سے یہ غرض نہ تھی کہ ایمان ان کے دل میں ائے بلکہ صرف بطور غضب الہی ان کی نسبت یہ حکم ہوا یہ قرآن کا عام حکم نہیں ہے کہ جو کوئی جب کبھی اسلام نہ قبول کرے اسے مار ڈالو "[27]

تفسیر احسن البیان میں وضاحت کی گئی ہے کہ ؛"شان نزول کے اس اعتبار سے بعض مفسرین نے اسے اہل کتاب کے لئے خاص مانا ہے یعنی مسلمان مملکت میں رہنے والے اہل کتاب، اگر وہ جزیہ ادا کرتے ہوں، تو انہیں قبول اسلام پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ لیکن یہ آیت حکم کے اعتبار سے عام ہے، یعنی کسی پر بھی قبول اسلام کے لئے جبر نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی دونوں کو واضح کر دیا ہے۔ تاہم کفر وشرک کے خاتمے اور باطل کا زور توڑنے کے لئے جہاد ایک الگ اور جبر واکراہ سے مختلف چیز ہے۔ مقصد معاشرے سے اس قوت کا زور اور دباؤ ختم کرنا ہے جو اللہ کے دین پر عمل اور اس کی تبلیغ کی راہ میں روڑہ بنی ہوئی ہو۔ تاکہ ہر شخص اپنی آزاد مرضی سے چاہے تو اپنے کفر پر قائم رہے اور چاہے تو اسلام میں داخل ہو جائے۔ ۔۔اسی طرح سزائے ارتداد سے بھی اس آیت کا کوئی ٹکراؤ نہیں ہے کیونکہ ارتداد کی سزا قتل سے مقصود جبر واکراہ نہیں ہے بلکہ اسلامی ریاست کی نظریاتی حیثیت کا تحفظ ہے۔ایک اسلامی مملکت میں ایک کافر کو اپنے کفر پر قائم رہ جانے کی اجازت تو بے شک دی جاسکتی ہے لیکن ایک بار جب وہ اسلام میں داخل ہو جائے تو پھر اس سے بغاوت وارتداد کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ لہٰذا وہ خوب سوچ کر اسلام لائے۔ کیونکہ اگر یہ اجازت دے دی جاتی تو نظریاتی اساس منہدم ہوسکتی تھی جس سے نظریاتی انتشار اور فکری انارکی پھیلتی جو اسلامی معاشرے کے امن کو اور ملک کے استحکام کو خطرے میں ڈال سکتی تھی۔ اس لئے جس طرح انسانی حقوق کے نام پر، قتل، چوری، زنا، ڈاکہ اور حرابہ وغیرہ جرائم کی اجازت نہیں دی جاسکتی، اسی طرح آزادی رائے کے نام پر ایک اسلامی مملکت میں نظریاتی بغاوت کی اجازت بھی نہیں دی جاسکتی۔ "[28]

اسی طرح ایک اور تفسیر میں بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ دین اسلام قبول کرنا انسان کی اپنی مرضی پر منحصر ہے مگر اس کا مذاق بنا لینا اس کی اجازت اس کو نہیں ؛" بعض لوگوں کا یہ خیال کہ یہ آیت آیات جہاد کے ذریعہ منسوخ ہے صحیح نہیں ہے۔اسی طرح مرتد کا قتل بھی اس آیت کے خلاف نہیں ہے۔ اس لیے کہ اسلام میں داخل ہونے پر کسی کو مجبور نہیں کیا جاتا، لیکن جب ایک شخص اپنی مرضی سے اس میں داخل ہوگیا، تو اگر وہ چوری کرے گا تو اس کا ہاتھ کاٹ لیا جائے گا اور اگر زنا کرے گا اور شادی شدہ ہوگا تو اسے رجم کر دیا جائے گا، تاکہ مسلم معاشرہ کو اس کی اور اس جیسوں کی انارکیوں اور شر و فساد سے بچایا جائے، اسی طرح حاکم وقت کا یہ فرض ہے کہ اگر کوئی شخص دوبارہ کفر کو قبول کر لے تو اسے قتل کر دے تاکہ مسلم سوسائٹی کو مذہبی انتشار سے بچایا جائے "[29]

قریشی نے جس آیت کا ذکر کیا ہے کہ اس کی رو سے اہل کتاب پر یہ آیت، اکراہ کو جائز قرار دیتی ہے اس کی رو سے 9:29 نے آیت اکراہ کو اہل کتاب کے لئے بھی منسوخ کر دیا ہے۔ صاحب تفسیر فہم القران لکھتے ہیں؛" یہاں یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ ان کے خلاف قتال کرو یہاں تک وہ دین حق قبول کرلیں بلکہ جزیہ قبول کرنے کا ذکر کیا ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ خوش دلی سے دین قبول نہیں کرتے تو انھیں اسی حال پر رہنے دیجیے مگر اسلامی حکومت کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے انھیں جزیہ ادا کرنا ہوگا۔ جزیہ ادا کرنے کی اہل علم نے مختلف وجوہات بیان کی ہیں۔ جن میں بنیادی اور مرکزی یہ وجہ ہے کہ اسلامی حکومت ان کے حقوق پورے کرنے کی ذمہ دار ہوتی ہے اس لیے ان سے معمولی جزیہ بطور ٹیکس وصول کیا جائے گا تاہم عورتیں، بچے،

بوڑھے اور معذور لوگ اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ یہاں تک کہ دشمن کے خلاف جنگ ہو تو اسلامی حکومت ان کو جنگ میں شریک ہونے پر مجبور نہیں کرسکتی یاد رہے حضرت عمر نے اپنے دور میں نہایت ہی معمولی جزیہ مقرر کیا تھااس کے باوجود شام کے علاقے میں جب مسلمانوں نے فوجی حکمت عملی کے تحت حمص کا علاقہ چھوڑا تو حضرت ابو عبیدہ بن جراح [30]جو اس محاذ کے کمانڈر تھے انھوں نے تمام جرنیلوں کو حکم دیا کہ جو جزیہ غیر مسلموں سے وصول کیا گیاہے اس کی ایک ایک پائی واپس کی جائے۔ ۔۔یہاں "صَاغِرُونَ" کا لفظ استعمال کیا گیاہے جس کا معنی ذلیل اور چھوٹا ہونا ہے۔ بعض لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام اپنی غیر مسلم رعایا کو ذلیل کر کے رکھنا پسند کرتا ہے حالانکہ اس کا یہ مفہوم نہیں اس کا صرف اتنا مطلب ہے کہ جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اس کے رسول کی غلامی قبول کرنے سے انکار کردیا ہے تو اللہ اور اس کے رسول کے باغیوں کو اسلامی مملکت میں دندناکر پھرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے البتہ انھیں ایک شہری اور انسان ہونے کے ناطے سے پورے تحفظ اور مکمل حقوق دیے جائیں گے۔"[31]

6۔داعش "Islamic State of Iraq and Syria"(ISIS) کے افعال قرآن سنت کے مطابق ہونا: قریشی کا موقف ہے کہ اسلامی جہادی تنظیم داعش کے افعال کی اگر مذمت کی جائے تو وہ اپنے عمل کے جواز میں احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔قریشی لکھتا ہے کہ دی اکانومسٹ نے 22 اگست 2015 کو "The Persistence of History (تاریخ کی مستقل مزاجی)" کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا۔ مضمون کی پہلی تصویر دل دہلا دینے والی ہے، بوکو حرام نے چیبوک میں ایک اسکول سے برقعہ پہنے درجنوں نائجیریا کی نوعمر لڑکیوں کو اغوا کرلیاہے۔اس مضمون میں داعش کے ہاتھوں پکڑی گئی ہزاروں یزیدی خواتین کے بارے میں داعش کا کہنا ہے کہ یہ خواتین جنگ کا سامان ہیں اور جنسی غلامی ایک ایسا عمل ہے جس کی اجازت قرآن مجید نے دی ہے[32]۔

اسی صفحہ پر قریشی نے لکھا کہ جب ہم محمدؐ کی زندگی کو بطور مثال دیکھتے ہیں تو ہمیں متعدد واقعات ملتے ہیں جن میں نہ صرف جنسی غلامی کی اجازت دی گئی تھی۔ بلکہ ان مسلمانوں کی حوصلہ افزائی بھی کی گئی تھی جو اپنی نئی پکڑی گئی خواتین سے جنسی تعلقات قائم کرنے سے ہچکچاتے تھے۔اسی طرح قرآن میں بھی سورۃالنساء آیت 24 میں یہ اجازت دی گئی ہے۔قریشی کا یہ بھی کہنا ہے کہ بنوقریظہ کی تاریخی روایات کومد نظر رکھتے ہوئے داعش نے جن لڑکوں کے زیر ناف بال بڑھ گئے تھے ان کو قتل کیااور چھوٹے لڑکوں کی ذہن سازی کر کے غلام بھی بنایا گیا۔

تجزیہ: قریشی عیسائیوں کے ڈھائے ظلم وستم کوان کرنے والوں کاان کا ذاتی عمل قرار دیتے ہیں کیونکہ اس کا موقف ہے کہ اس بات کا حکم حضرت عیسیٰؑ نے نہیں دیا۔ مگر ہر کالعدم اور ہر اسلام مخالف اقدام کو وہ اسلام سے جوڑ کہ اعتراض کا سارا ملبہ نعوذ باللہ پیغمبر اسلام پر ڈال دیتے ہیں۔ جو اس کے تحقیقی معیار کے ناقص ہونے کا ثبوت ہے۔ اول تو داعش جیسی تنظیم اسلام دشمن قوتوں ہی کہ تحریک پر کام کرتی ہیں۔ اسلام کے نام پر غیر اسلامی کام کر کے صرف اور صرف اسلام کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں۔ جس دور میں غلامی رہی نہیں اسلامی ریاستی ایماپر جنگیں ہیں نہیں، پھر جانتے ہوئے کہ نبی محترمؐ نے غلامی کو ختم کرنے کے کئی اقدامات کئے تو کیسے ایسے الزامات اسلام پر لگائے جاسکتے ہیں۔اسلام وہ مذہب ہے جو اس نظام کو کمزور کرتے کرتے خاتمہ تک لے آیا مگر قبل از اسلام تو عیسائیت سمیت اور مذاہب بھی تھے اور جو حالت غلاموں کی تھی اللہ کی پناہ تو الزام کا ملبہ ان مذاہب پر کیونکر نہیں ڈالا جاتا۔

داعش ایک فتنہ جماعت ضرور ہے مگر اسلامی جماعت نہیں ہو سکتی۔اس سب پروپیگنڈے کا مقصد یہود، ہنود و نصاریٰ کو اسلام کے خلاف کشمیر، فلسطین، عراق،افغانستان میں کھلم کھلا مسلمانوں کی نسل کشی اور درپردہ اپنی نام نہاد گھٹیا تنظیموں کے ذریعے اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کا کام زور و شور سے جاری ہے اور واویلا اس چیز پر کرتے ہیں جس کا وجود نہیں۔ محترم طاہر القادری[33] لکھتے ہیں کہ داعش اور اس جیسی دوسری برائے نام اسلامی تنظیموں کے افعال غیر شرعی ہیں جو اسلامی تعلیمات سے ہر گز بھی میل نہیں کھاتے۔ اسلام مکمل طور پر ان کے افعال واقدامات کا ردّ کرتا ہے کیونکہ قرآنی آیت کی رو سے ایک انسان کی جان بچانا پوری انسانیت کو بچانے کے مترادف ہے اور ایک شخص کو بے گناہ قتل کرنا پوری انسانیت کی موت ہے[34]۔ جبکہ اسلام اس قسم کی فتنہ انگیزی، شر وفساد قتل سے بڑھ کر قرار دیتا ہے کہ "وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ[35]" "اور فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے" ۔وہ احادیث مبارکہ سے اس تنظیم کی حقیقت کھولتے ہوئے کہتے ہیں کہ حدیث کی رو سے شر پسندوں اور برائے نام مسلمانوں کی جو نشانیاں بتائی گئی ہیں وہ ان میں صاف نظر آتی ہیں جن میں ہے کہ ان کے لمبے بال ہوں گے، اُن کی نسبت دیہات کی طرف ہو گی اور اُن کے نام کنیتوں پر ہوں گے (یعنی ابو فلاں بن فلاں)۔ روایات میں بیان کردہ یہ نشانیاں عصر حاضر کے دہشت گرد گروہ داعش پر صادق آتی ہیں، ان کے نام بھی کنیت پر ہیں اور ان کا تعلق بھی دیہات سے ہے۔ مثلا ان کے بانی کا نام ابو بکر البغدادی ہے اور باقی نام ابو عبد الرحمٰن البیلاوی، ابو بلال المشدانی وغیرہ ہیں۔ان کا پرچم سیاہ ہو گا، یہ عراق سے نکلیں گے اور دمشق میں داخل ہوں گے ان کا کام فتنہ فساد اور قتل وغارت گری اور عورتوں کی عزتیں پامال کرنا ہو گا۔ داعش نے بلا تمیز مذہب وجنس انسانوں کا قتل عام کیا ہے، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو بھی نہیں بخشا[36]۔ جہاد کے دوران کی حسنِ سلوک والی تعلیمات نبویؐ اور عام حالات میں نبوی احکاماتؐ سے ان کو کوئی سروکار نہیں، یہ ایک غیر اسلامی دہشت گرد تنظیم ہے (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر محمد طاہر القادری "اسلام دین امن یا دین فساد")۔

داعش نے خواتین کے ساتھ اپنی بد سلوکی کو نبوی تعلیمات سے ملایا ہے اور قریشی نے اس کو تصدیق کے ساتھ آیت مبارکہ[37] کے حوالے سے بھی بیان کیا ہے یہ مکمل گمراہی اور جہالت ہے۔اوّل بحث تو یہ ہے کہ غلامی کی ابتداء نہ اسلام میں ہوئی نہ ہی اسلام کی حمایت اس کو حاصل ہے۔ اسلام نے غلامی کو تدریجا ختم کرنے کا بیڑہ اٹھایا کیونکہ یہ سلسلہ کوئی ایک دن دو کا نہ تھا مگر صدیوں سے چلتا آرہا تھا قبل از اسلام غلاموں کے ساتھ انتہائی برا سلوک روا رکھا جاتا تھا، ظلم وزیادتی عام بات تھی۔ انسانیت کا درجہ تک نہیں دیا جاتا تھا بلکہ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ عورتوں کی حالت پھر بہت بری اور تکلیف دہ تھی ان کے ساتھ ہر قسم کی زیادتی روا رکھی جاتی تھی وہ جسمانی، جذباتی اور جنسی استحصال کا مسلسل شکار تھی اس کو کوئی حیثیت حاصل نہ تھی۔ یہ تو قبل از اسلام کا ذکر ہے بعد از اسلام بھی امریکہ یورپ میں انہیں عیسائیوں کے تحت حبشیوں کو انتہائی نیچ مخلوق سمجھا جاتا تھا اور غلامی کی بدترین شکل ان نام نہاد تہذیب یافتہ ممالک میں موجود رہی، مگر اعتراضات کا دائرہ صرف اسلام کے گرد گھومتا ہے۔ وہ مذہب اسلام جس نے نہ صرف غلامی کو ختم کرنے کے لئے مختلف طریقے رائج کیئے بلکہ غلاموں کو انسانوں ہی کی صف میں کھڑا کر کے حقوق سے بھی نوازا۔

کسی ایسی تنظیم جس کا مقصد صرف اسلام کا نام استعمال کرنا ہو اور اسلام کی مبادیات سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو ایسے عمل کو اسلام سے جوڑنا بدنیتی اور منافقت ہے۔ یاد رہے شریعت اسلامیہ میں کوئی لامحدود اختیارات اس سلسلہ میں نہیں دیئے گئے کہ جو عورت محکوم قوم سے ملے اٹھا لاؤ اور اس کا جنسی استحصال کرو۔ شریعت اسلامیہ ایک فطری شریعت ہے جو انسانی فطری

ضروریات کو سمجھتی ہے اس کی رو سے صرف وہ ان مرد و خواتین کو غلام لونڈی بنایا جاسکتا ہے جو جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ قیدی بن کر آئیں اور ان کی قوم کی جانب سے نہ تو قیدیوں کا تبادلہ ہو، نہ فدیہ دینا دلانا ہو تو ایسی صورت میں قیدیوں کی اتنی تعداد کو اسلامی ریاست کیا کرے گی؟ کیا زندگی بھر قید رکھ کر ان کی کسی کو بھی ان کی ذہنی، جسمانی، جنسی استحصال کی اجازت دے دے گی جیسا کہ اجکل کے غیر مسلموں حراستی کیمپس (Concentration Camp) میں ہوتا ہے۔ جہاں عورتوں بچوں مردوں کسی کو بھی کوئی انسانی بنیادی حقوق نہیں دیئے جاتے اور کیمپ کے رکھوالے ان کے ساتھ جیسا چاہے سلوک کریں کرتے ہیں اور ان سے جبری بیگار بھی لیا جاتا ہے۔ یا ان کو معاشرہ میں آزاد چھوڑ کر معاشرے پر مختلف غیر اخلاقی جرائم کی آبیاری کرے یا ان سب کو قتل کرے جو انتہائی ظالمانہ قدم ہے۔ اور یا ان کو ان کی قوم کو بنا کسی فدیہ، تبادلہ یا معاہدے کہ واپس کر کے خارجی سطح پر نہ صرف کمزور حیثیت کا انتخاب کرے بلکہ ان کی قوت میں اضافہ کا باعث بنے؟ ظاہر ہے کوئی بھی ان میں سے کسی بھی ایک صورت کو نہیں اپنائے گا ریاستی سلامتی، سماجی بہبود اور انفرادی اطمینان کے لئے لازمی ہے کہ ان قیدیوں کا ایسا انتظام کیا جائے کہ نہ ان کی عزت نفس مجروح ہو اور نہ ان کا ہر کوئی استحصال کر سکے اس لئے اسلام نے ایسی صورت میں جو اصول مقرر کیا ہے وہ یہ ہے کہ ان قیدیوں ریاستی ایماء پر قانونی اختیار کے ساتھ مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے اور ان کے حقوق اور حدود مقرر کر دیئے جائیں تا کہ ان قیدی مرد عورتوں کو معاشرے میں باعزت مقام حاصل ہو سکے[38]۔ ان اہل کتاب عورتوں سے بھی ہر مرد کو فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں دی گئی مگر جس کے کفالت میں وہ دی گئی یہ اجازت اس کو دی گئی ہے اور اس بات کو حدیث میں زیادہ افضل اور دہرے اجر کا حامل قرار دیا گیا ہے کہ ان خواتین کو آزاد کر کے ان کے مہر مقرر کر کے نکاح کیا جائے[39]۔

اور صرف یہی نہیں بلکہ اگر کوئی بھی غلام لونڈی مکاتبت کی رو سے آزادی کا خواہشمند ہو تو بھی اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔ عیسائیت میں جیسے کسی غلام کو اپنی بیوی بچوں کو اپنے ساتھ کہیں لے جانے کی اجازت نہیں بلکہ زندگی بھر کان چھید کے غلامی کرنا ہوگی ایسا بالکل بھی نہیں۔ احادیث سے ثابت ہے کہ بہت سے قیدیوں کو ان کی قوم بنو ہوازن کی سفارش پر واپس بھی کیا گیا اور حضرت جویریہ کو بھی جس صحابی کے حصے میں وہ ائیں تھیں انھوں نے مکاتیب کر دیا تھا جن کو حضرت محمدؐ نے آزاد کر کے نکاح کیا تھا۔ اگر قریشی کی بات مان لی جائے کہ مسلمان مردوں نے جنگی قیدی خواتین کا جنسی استحصال کیا ہے تو پھر کیونکر وہ ان کی واپسی پر راضی ہوتے جیسے حضرت جویریہ سے نبی محترمؐ کے نکاح کے بعد صحابی نے بنو مصطلق کے باقی سب قیدیوں کو بھی آزاد کر دیا تھا۔ (ملاحظہ ہو صحیح بخاری کتاب العتق)

داعش جو ایک نام نہاد اسلامی جماعت ہونے کا دعویٰ کرتی ہے وہ صرف فتنہ جماعت ہے اس کا عمل کسی صورت ٹھیک نہیں اسلام عورتوں کو چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتی ہوں عزت دیتا ہے نہ کہ ان پر جنسی مظالم کرنا ان کی منڈیاں لگانا اور آنلائن ان کی خرید و فروخت کرنا یہ سب غلط اور گناہ ہے۔ امریکی سٹیٹ سیکریٹری جان کیری کا بیان ہے کہ جو لوگ فخریہ طور پر عورتوں کو قیدی بناتے، لونڈیوں جیسا سلوک کرتے ہیں ان کی زبردستی شادیاں اور عزتیں پامال کرتے ہوں یہ کبھی بھی اسلام کے نمائندے نہیں ہو سکتے؛

> *"ISIL rationalizes its abhorrent treatment of these women and girls by claiming it is somehow sanctioned by religion. Wrong. Dead wrong.ISIL does not represent Islam and Islam does not condone or honor such depravity. In fact, these actions are a reminder that ISIL is an enemy of Islam. The international community and religious*

leaders of all faiths have strongly and repeatedly condemned ISIL's horrific acts."[40]

داعش کا اپنے غلط اعمال کو اسلام کے ساتھ ملانا اور پھر قریشی کا ان کے عمل سے اسلام پر اعتراضات کرنا اس کی انتہائی غلط بیانی اور حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا صرف کچھ کم علم مسلمانوں یا ایسے غیر مسلموں کے دلوں میں شبہات کو جگہ دینا ہے ،جو اسلام میں دلچسپی رکھتے ہوں۔جبکہ وہ اس مقام پر مذہب عیسائیت اور ان کی مقدس کتاب میں موجود غلاموں خاص کر خواتین، کنواری لڑکیوں اور بچوں سے متعلق بیانات واحکامات [41] سے مکمل چشم پوشی کرتا ہے۔دین اسلام ایک مکمل نظام ہے اور عین فطرت ہے اس لئے جو بھی اصول و قواعد اسلام نے بنائے وہ سب حکمت سے خالی نہیں۔

7۔جہاد کا دائرہ کار عہد نامہ قدیم کی نسبت وسیع ہونا: قریشی نے عہد نامہ قدیم میں جہادی احکامات کی یہ توجیہہ پیش کی ہے کہ جہاد کا جس طرح ذکر قرآن میں آیا ہے اس کا دائرہ کار بہ نسبت عہد نامہ قدیم کے عالمگیر اور وسیع ہے۔حضرت عیسیٰؑ نے نہ کبھی تلوار اٹھائی اور نہ اس کا حکم دیا ہے۔البتہ عہد نامہ قدیم میں جہاں جنگ وجدل کا ذکر ہے تو وہ صرف یہودیوں کے لئے تھا اور ایک خاص قوم (عموری وکنعانی؛Gen. 15:16) کے لئے تھا مگر قرآن و حدیث سے عالمگیر جارحیت کو ثبوت ملتا ہے۔انہوں نے لکھا؛

> *"This is the violence we see in the Old Testament: judgment directed toward specific peoples on account of specific sins, and deferred for as long as possible. The violence taught by Muhammad, on the other hand, extends to all non-Muslims in Islamic lands unless they fulfill certain conditions. According to the Quran, polytheists are given three options: convert to Islam, depart from the land, or be killed (e.g., Quran 9.3–11). These options are not limited to place or person but apply to all who do not believe in Islam in lands claimed by Muslims"*[42]

قریشی سورۃالتوبہ کی آیت نمبر5 سے بھی استدلال کرتا ہے کہ قرآن میں ذکر ہے کہ مشرکین کو جہاں کہیں بھی پاؤ قتل کر دو اور انہیں پکڑ لو اور ان کا محاصرہ کر لو لیکن اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو اپنا راستہ چھوڑ دیں۔دوسرے لفظوں میں قرآن مسلمانوں کو مشرک ہونے کی وجہ سے قتل کرنے کا حکم دیتا ہے، لیکن اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو انہیں چھوڑ دیں۔قریشی بیان کرتے ہیں کہ اگلی آیت میں غیر مسلموں کی جلاوطنی کا ذکر ہے۔قرآن مجید میں یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیہ ادا کرنے کا حکم بھی ہے جو تیسرا راستہ ہے کہ یہ لوگ اپنی جانیں مسلمانوں سے بچا سکیں۔قریشی کا موقف ہے کہ مسلمانوں کا تشدّد پسند ہونا ان کے عقیدہ جہاد کی وجہ سے جائز ہے۔

تجزیہ: قریشی کا اپنے موقف کو درست منوانے کے سبب وہ اپنے ہی دوسرے دعوئے دعویٰ الوہیت مسیح کی نفی کر دیتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت ایک خاص قوم یا دائرہ میں تھی اور خدا کی خدائی محدود نہیں ہو سکتی۔اب جبکہ اسلام ایک مذہب ہی نہیں ایک دین یا نظام حیات ہے تو اس کو عالمگیر حیثیت اس سے عالمگیر ہمہ گیریت کا تقاضا کرتی ہے۔جس کا اقرار خود قریشی نے ہی کر لیا ہے۔جہاں تک تعلق ہے عہد نامہ قدیم میں جنگوں کی حدود کا تو ایسا نہیں کہ بس ایک قوم سے لڑائی لڑی جاتی رہی بلکہ کئی قومیں ہیں جن کا ذکر بائبل میں مختلف انبیاء کے تحت جا بجا آیا ہے ،اور جہاں اقتدار اور سلطنت ہو گی وہاں جنگی نظام کی موجود گی ناگزیر ہے ورنہ کسی بھی عیسائی مملکت میں کسی قسم کا فوجی یا دفاعی نظام نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اگر حضرت عیسیٰؑ کی ہی تعلیمات کو

دیکھنا ہے تو انھوں نے دفاع کا بھی پھر ذکر نہیں کیا بلکہ اگر کوئی ایک گال پر مارے تو دوسرا آگے کرنے کا حکم دیا ہے۔عہد نامہ قدیم کی رو سے استثناء باب 20 میں لکھا ہے کہ ان قوموں سے جنگ کرنا جو تمہارا پیغام نہیں مانتیں اور دور کے شہروں کو بھی نیست و نابود کردینا۔ایسے ہی جب قریشی ذکر کرتا ہے کہ مسلمان جس قوم پر حملہ آور ہوتے ہیں ان کو تین صورتوں میں سے ایک کو ماننا ہوتا ہے ورنہ قتال کے لئے تیار رہیں تو بائبل کی رو سے بھی ایسا ہی ذکر دیکھنے کو ملتا ہے کہ جب تم کسی شہر پر حملہ آور ہو تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا ،اور اگر وہ صلح کرلیں تو وہاں کے سب باشندے تمہارے باج گذار بن کر تمہاری خدمت کریں گے اور اگر وہ صلح نہ کریں بلکہ لڑنا چاہیں تو پھر ان کا محاصرہ کرنا ،اور جب خدا تمہیں فتح یاب کرے تو وہاں کے ہر مرد کو قتل کردینااور خواتین اور بال بچوں اور چوپایوں اور اُس شہر کے سب مال اپنے قبضہ میں لے[43]۔

قریشی کواہل کتاب کے جزیہ پر اعتراض ہے تو بائبل کی مندرجہ بالاآیت کی رو سے نہ صرف مفتوحین ٹیکس دیں گے بلکہ خدمت بھی کریں گے یعنی غلامی بھی ان کا مقدر ہو گی۔اب قریشی نے سورۃ توبہ کی جن آیات کے حوالے سے دعویٰ کیا ہے کہ اس کا دائرہ کار وسیع ہے تو قریشی نے سیاق وسباق کو سمجھنے کی زحمت نہیں کی، ورنہ سورۃ توبہ کی آیات کی رو سے آج کوئی بھی کافر دنیا میں زندہ نہ چل رہا ہوتا۔جن آیات کو قریشی نے عالمگیر قتل وغارت گری کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے تو ان کا تعلق مشرکین سے ہے جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کئے گئے اپنے عہد توڑڈالے،یا شرائط پر عمل کے بجائے سازشوں کا حصہ بنتے رہے اس لئے ان لوگوں کو صاف الفاظ میں بتادیا گیا کہ پاک مقدس سرزمین کو چھوڑدیں اور اگر یہی رہنا ہے تو پھر اسلام قبول کرلیں۔اور وہ معاہد جنہوں نے عہد کی پاسداری کی تھی ان کو آیت 4 میں مدت کے خاتمہ تک مہلت دی گئی دی گئی جو چارماہ کی کافی مدت تھی[44] اور یہ مہلت دینا ہی اسلام کی امن پسندی کا ثبوت ہے کہ ان پر ظلم وزیادتی کر کے زبردستی نہیں نکالا گیا بلکہ ان کو سوچنے کا مناسب وقت دیا گیا۔مشرکین کا عمل قابل اعتبار نہیں تھا جیسا کہ آیت 10 میں بیان ہوا کہ ان کو نہ رشتہ داری کا نہ ہی کسی معاہدے کا خیال ہے بلکہ یہ زیادتی کرنے والوں میں سے ہیں دوسرا مسلمانوں کے حرمت والے مقام پر مشرکین کی موجودگی اس مقام کی بے حرمتی کا سبب بن سکتی تھی اس لئے یہ عبادت گاہ تھی جو مخصوص تھی صرف ان عابدوں کے لئے جو اس مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔جیسا کہ عام قانون بھی ہے جس میں کچھ مخصوص جگہوں پر صرف اور صرف متعلقہ افراد کا داخلہ ہی قانونی ہوتا ہے ہر ایک کو اجازت نہیں ہوتی۔تیسرا ان ہی آیات میں بتادیا گیا کہ اگر یہ مشرکین خلوص دل سے اسلام قبول کرلیں تو ان کو تمام حقوق ملیں گے۔

قریشی کو سورۃ توبہ کی پانچویں آیت پر بھی اعتراض ہے کہ اس میں لکھا ہے مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کردو تو پس منظر کی رو سے اس کا تعلق بھی دوران قتال ہے اوراس سے مراد بھی عام مشرکین نہیں بلکہ محارب،عہد شکن اور غدار ہیں۔اگر ایسے ہی یہ ایک عام حکم ہوتا تو ہر کافر سمیت قریشی بھی قتل ہوچکا ہوتا مگر قرآن کے احکامات کی حکمت وضرورت قریشی جیسے کم عقل متعصبین کو نظر نہیں آتے اور جہاں تک اہل کتاب کا تعلق ہے تو وہ اگر جزیہ دیں گے تو جیسے پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ جزیہ کا مقصد صرف ان کی حفاظت ہے اگر اس کا مقصد ان اہل کتاب کو تنگ کرنا اور ذلیل کرنا ہوتا تو ہر گز بھی عمر رسیدہ افراد،خواتین اور بچوں کواستثناء حاصل نہ ہوتا۔

8۔غزوہ تبوک اسلامی جارحیت کا ثبوت: قریشی غزوۃ تبوک کو مسلمانوں ہی کی جارحیت قرار دیتا ہے جو غلط بیانی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ رومیوں نے کبھی مسلمانوں پر حملہ نہیں کیا۔قریشی نے بنا تحقیق عیسائیوں کے ساتھ جنگ کو مسلمانوں کے کھاتے

میں ڈال دیا اور عیسائیوں کو بالکل معصوم قرار دے دیا کہ رومیوں نے کبھی مسلمانوں پر حملہ نہیں کیا۔قریشی کے اس طرز عمل کو موجودہ عالمی تناظر میں سمجھا جاسکتا ہے کہ کیسے مسلمانوں کی نسل کشی اور خاص کر فلسطین میں معصوم بچوں، بوڑھوں عورتوں کے ساتھ ظلم کی جو داستانیں رقم کی جارہی ہیں اور جس طرح ان کی نسل کشی کر کے ان کو بے وطن اور بے گھر کرنے کی کوشش ہو رہی ہے اس کا الزام بھی صاف مسلمانوں پر ڈال دیا جاتا ہے کہ انھوں نے ہمارے بندے پکڑے ہیں۔ یہودیوں کا بھرپور ساتھ عیسائی دے رہے ہیں حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے تعصب میں اتنے اندھے ہو چکے ہیں کہ اپنے ہی یہودی دشمنوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔

یہی حال قریشی کا بھی ہے کہ وہ رومیوں کو معصوم قرار دے کر مسلمانوں کو ظالم قرار دینا چاہتا ہے جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ معصوم عیسائیوں نے تو نبی پاکؐ کی پیدائش سے پہلے بھی خانہ کعبہ پر چڑھائی[45] کی تھی تو یہاں بھی کیا مسلمانوں نے قبل از بعثت پہل کی تھی؟حضرت محمدؐ نے قریش مکہ سے صلح حدیبیہ کرنے کے بعد شاہان عرب کواسلام کی دعوت دینے کے لئے عرب کے مختلف حصوں میں قاصدین اور وفود روانہ فرمائے ،انہیں میں سے ایک وفد شمال کی طرف سرحد شام سے متصل قبائل میں بھی گیا تھا، وہاں کے باشندے زیادہ تر عیسائی تھے اور رومی سلطنت کے زیر انتظام تھے ان لوگوں نے شام کے مقام ذات اطلاح پر مسلمانوں کے وفد کے پندرہ آدمیوں کو قتل کرڈالا جن کا جب ان سے سامنا ہوا تو انھوں نے ان کو دعوت حق دی، مگر پھر بھی ایک کے علاوہ انھوں نے سب کو قتل کر دیا۔یہی وہ وقت بھی تھا جب آپؐ نے بصریٰ کے رئیس شرجیل بن عمرو غسانی کے نام بھی دعوت اسلام کا خط دے کر حارث بن عمیر الازدی کو بھیجا تھا مگر اس نے صحابی رسولؐ کو جو قاصد تھے قتل کر دیا۔یہ رئیس عیسائی تھا اور براہ راست قیصر روم کے احکامات کے تابع تھا۔اور قاصد کا قتل بذات خود اعلان جنگ ہوتا ہے۔اس لئے پہلی باقاعدہ جنگ (8ھ) تھی جو رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان لڑی گئی اس جنگ میں ایک لاکھ فوج شرجیل کی تھی جبکہ قیصر روم بھی ایک لاکھ فوج کے ساتھ آیا اور مسلمان ان کے مقابلے میں صرف تین ہزار تھے[46]۔قریشی کے لئے تعداد کا یہ فرق ہی کافی ہے کہ تین ہزار لوگ لاکھوں کے مجمعے جن کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں سے بلاجواز لڑنے نہیں پہنچ جاتے۔

پھر غزوہ تبوک کے موقع پر جب حضرت محمدؐ کو خبر ملی کہ قیصر روم ان کے خلاف لشکر کشی کرنے والا ہے ،تو دفاعی سوچ کے ساتھ حضرت محمدؐ مقام تبوک پر صحابہ کے ساتھ پہنچے مگر جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ یہاں ضروری ہے کہ اس وقت کے حالات بھی واضح کئے جائیں کیونکہ وقت ایسا تھا کہ جنگ کی گنجائش نہیں تھی اس لشکر کو جیش العسرۃ بھی کہتے ہیں کیونکہ مسلمانوں کے پاس جنگ کے لئے مناسب اور کافی سامان موجود نہ تھا دوسری طرف منافقین کی سازشیں بھی برابر ساتھ چل رہیں تھیں ایسے میں مسلمانوں کو ایسی کیا خواہش ہوئی ہو گی کہ خود سے روم سے ٹکر لیں؟اور جب حضرت محمدؐ تبوک میں 20 دن رومی فوج کا انتظار کر رہے تھے تو اگر مسلمان پہل کرنے والے ہوتے تو انھوں نے 20 دن انتظار کیوں کیا حملہ کیونکر نہ کیا۔اس لئے مسلمان جارح نہیں تھے دفاعی پوزیشن میں تھے جبکہ رومیوں سے ٹکر کی ابتداء رومیوں کی ہی جانب سے ہوئی تھی ،قریشی غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔

9۔سورہ التوبہ میں غیر مسلموں کے قتل کا حکم:قریشی سورۃالتوبہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ قرآن میں اس سورت میں تمام ان لوگوں کو جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے قتل کا حکم ہے اور قریشی کا موقف ہے کہ چونکہ یہ آخری سورت ہے اور اسی میں تمام تر لڑائیوں اور پر تشدد کارروائیوں کا ذکر ہے۔

"These verses promoting violence against Jews, Christians, and polytheists are all found in chapter 9 of the Quran, and according to the Islamic records, this was the last major chapter of the Quran revealed to Muhammad.The Quran's last words and marching orders, as it were, are the most violent teachings found in its pages. This is especially important given the traditional Islamic notion of abrogation, which teaches that earlier verses can be cancelled by later ones."(47)

سورۃ توبہ کے نزول اور قریشی کے مطابق امن کی آیات کا اس سورت کے ساتھ منسوخ ہونے کا خیال ہے تو یہ قطعی غلط ہے۔ پچھلے صفحات میں سورۃ توبہ کے ایک مخصوص شان نزول کا ذکر ہو چکا ہے۔اس سورت کی رو سے مشرکین عرب سے کئے گئے معاہدات کی منسوخی کا ذکر ہوا ہے جس کے مطابق آئندہ سال کعبہ کی حرمت کی بناپر کوئی مشرک اس میں داخل نہ ہوگا اور کعبہ کی تولیت صرف مسلمانوں کے پاس رہے گی۔ قاری محمد حنیف ڈار(48) اس متعلق لکھتے ہیں کہ زمانی ترتیب سے سورہ انفال غزوہ بدر کے بعد نازل ہوئی، جبکہ سورہ توبہ فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ، اور کچھ آیات حجۃ الوداع کے بعد نازل ہوئیں اس لحاظ سے دیکھا جائے تو الانفال مشرکین مکہ کے لئے سزا اور تنبیہ کی پہلی قسط تھی جبکہ سورہ توبہ اس کی تکمیل تھی۔ اب حکمت یہ ہے کہ اللہ کے علم کامل اور قرآن کی ترتیب مصحفی کے تحت اٹھ سال بعد نازل ہونے کے باوجود سورہ توبہ کو سورہ الانفال کے بعد رکھا گیا، ان کی یہ ترتیب موضوع اور مضمون کو واضح کرتی ہے۔قرآن کی رو سے مشرکین کا ذکر مکہ کے مشرکین کے تناظر میں کیا گیا ہے اس سے مراد تمام غیر مسلم نہیں ہیں کہ دعوت و تبلیغ اور امن کی آیات ہی منسوخ ہوگئی ہوں (جیسا کہ قریشی کا موقف ہے) سورۃالتوبہ میں ابتداء میں احکامات مشرکین مکہ کے بارے میں ہی ہیں، جن سے معاہدہ کی منسوخی اور چار ماہ کی مہلت کا ذکر ہے۔ پھر اہل کتاب سے خطاب یا تو اسلام قبول کریں، یا جزیہ دیں اور اپنے دین پر قائم رہیں (اب اگر تمام غیر مسلموں کے قتل کا حکم ہوتا تو اہل کتاب کو کیوں جزیہ کا اپشن دیا جاتا ان کا ذکر بھی مشرکین کے ساتھ ہی کیا جاتا الگ سے ذکر نہ ہوتا) اس کے بعد منافقین کا ذکر ہے جن کی سزا روز آخرت تک مؤخر کی گئی ہے اور پھر تین ایسے صحابہؓ کا ذکر ہے جو بوجوہ سست، بلا عذر غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے، جن کی توبہ قبول کی گئی(49)۔

اس لئے قریشی کے اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ اگر سورت کی ابتدائی الفاظ بھی دیکھے جائیں تو اس میں بریت کا ذکر ایک خاص گروہ سے کیا جارہا ہے اور یہ وہی گروہ ہے جس نے مسلمانوں پر ظلم وستم کیا اور ان کو ان کے گھروں سے مال جائیداد سے نہ صرف بے دخل کیا بلکہ ان کے خاندانوں سے بھی دور کر دیا تھا۔قریشی جس طرح عیسائیت کے دشمنوں کو بھی معصوم کہتا ہے صرف اسلام دشمنی اور تعصب کے وجہ سے اسی طرح مشرکین مکہ بھی اسے بہت شریف اور بے گناہ لگے جبکہ جو ان کے ساتھ کیا گیا وہ ان کے عمل کا رد عمل تھا۔

10۔جہاد، اشاعت اسلام کا اہم سبب: قریشی کا مؤقف ہے کہ اشاعت اسلام میں سب سے اہم عنصر جہاد کا ہی تھا، خود نبیؐ کی 9 سالہ زندگی بطور مثال پیش کی جاسکتی ہے۔قریشی لکھتے ہیں کہ اسلامی تاریخ جارحانہ کاروائیوں سے بھری پڑی ہے ، حیات محمدؐ سے ہی اسلام پسند اپنی دہشت گردی کا جواز پیش کرتے ہیں۔وہ لکھتے ہیں؛

"If Muhammad, after gaining an army, commissioned or participated in eighty-six battles over the course of nine years, one would consider such activity among his followers to be inevitable."(50)

حضرت محمدؐ کی نو سالہ زندگی میں جتنی اسلام کی اشاعت ہوئی قریشی اس کا سبب تلوار کو بتاتا ہے مگر کوئی بھی عقیدہ اور نظریہ تلوار کی نوک پر نہیں قبول کروایا جاسکتا اور جب بات عقیدے کی ہو تو عقیدہ کا تعلق دل کی تسلیم واطاعت سے ہے۔اور طاقت میسر آنے کے بعد جب حضرت محمدؐ نے جنگیں شروع کیں تو پھر ان کے وصال کے بعد کیا وجہ تھی کہ لوگ واپس اپنے عقائد کی طرف نہیں آئے۔اور دنیا میں ایسے ممالک بھی موجود ہیں جہاں کبھی بھی کوئی اسلامی مہم جوئی نہیں کی گئی پھر آج جو اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے اور ریکارڈ کے مطابق دنیا کا سب سے تیزی سے پھیلنے والا مذہب اسلام ہے تو آج کونسی تلوار اس کو پھیلانے کا سبب بن رہی ہے بلکہ الٹا تلوار تو اسلام کے خلاف چل رہی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ سچائی کو پھیلنے سے کوئی نہیں روک سکتا لوگ اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر رہے ہیں اس میں تبلیغ اور امر بالمعروف و نھو عن المنکر کا بھی بہت بڑا کردار ہے کیونکہ جھوٹ اور زبردستی کبھی بھی صدیوں تک نہیں چل سکتے۔

جہاد سے مراد ہر وہ کوشش جو حق کی سربلندی کے لئے کی جائے۔جب ہم اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں بتایا جاتا ہے کہ دین اسلام کے عقائد اس دین کی مضبوط بنیادیں ہیں جیسا کہ ایک عمارت کی ہوتی ہیں پھر ارکان اسلام ہیں جو دین اسلام کی عمارت کے مضبوط ستون ہیں اور پھر ان کی حفاظت یا اس عمارت کو سرد گرم،آفات ومصائب سے بچانے کے لئے اس کی چھت ڈالی جاتی ہے جو اس گھر اس کی بنیادوں اور ستونوں کی حفاظت کرتی ہے تو وہ محفوظ چھت جہاد ہے جس کو ہم دین اسلام کا دفاعی نظام کہتے ہیں۔قریشی اور اس کے ہم نوا بس اتنا بتادیں کہ کونسا نظام یا ملک ایسا ہو سکتا ہے جو ہر چیز تو شاندار رکھتی ہو مگر دفاعی نظام کی نقائص یا غیر موجودگی میں وہ کتنا عرصہ قائم رہ سکتا ہے۔قریشی نے جیسے اپنی کتاب میں اس بات کو ثابت کرنے پر ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ عیسائیوں کو تمام تر محبت کی تعلیم کے بعد بھی اگر انھوں نے تلوار اٹھائی تو اپنے دفاع میں اُٹھائی تھی تو قریشی یہ کیوں بھول جاتا ہے کہ دفاع کا حق تو سب کو ہے جب پیار کی مالا جھپنے والے بھی دفاع کے نام پر ظلم و بربریت کی تاریخ رقم کر سکتے ہیں تو پھر کسی دوسرے کو اپنے نظریہ کی حفاظت کا حق کیونکر نہیں ہو سکتا جبکہ قریشی کے پاس تو کوئی جہاد یا جنگی اصول و قوانین اور حدود بھی نہ تھیں پھر ایک ایسا مذہب جو جنگ کے دوران بھی تمام حقوق کو مد نظر رکھے اور حدود وضوابط میں عمل کرے اس پر اعتراض کیوں؟

مسلمانوں نے قوت حاصل کرتے ہی تلوار نہیں پکڑلی کہ جس پہ دل چاہتا تلوار لے کر سر پر پہنچ جاتا بلکہ جہاد کی اجازت مخصوص حالات میں ہے خاص کر جب بے گناہوں پر ظلم وستم ہو رہا ہو ان کی نسل کشی کی جارہی ہو اور ان کو ان کے گھروں میں امن سے رہنے نہ دیا جارہا ہو تو ایسے میں فتنے کو رفع کرنا ضروری ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا "[51]"

اور تمہارے پاس کیا جواز ہے کہ اللہ کے راستے میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لئے نہ لڑو جو یہ دعا کررہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال لائیے جس کے باشندے ظلم توڑ رہے ہیں"

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

" أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ "[52]"

ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اجازت دے دی گئی ہے، اس لیے کہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان

کی مدد کرنے پر یقیناً پوری طرح قادر ہے"۔

حضرت محمدؐ نے جو مدنی دور میں جہاد کا حکم دیا اور خود بہ نفس نفیس اس میں حصہ بھی لیا، تو اس کا مقصد جہاد کے اصول وحدود کو سب مسلمانوں کو سمجھانا تھا کیونکہ اسلام میں جہاد کا مقصد صرف اور صرف فتنہ کا خاتمہ اور اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔اس کے پیچھے کوئی دنیاوی منفعت کا عنصر نہیں ہوتا۔ حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ جنگ میں شرکت کرنا کہ مال غنیمت حاصل ہو یا شہرت ملے یااس کی بہادری کی دھاک بیٹھ جائے، تو ان میں سے اللہ کے راستے لڑنے والا وہ ہے جواللہ ہی کا کلمہ کی سربلندی کی کوشش کرے[53]۔اس لئے اسلام نے ہر اس جذبہ اور مقصد کو مقاصد جہاد سے نکال دیا ہے جس کے پیش نظر صرف، دنیاوی ہوس اور ملک گیری ہو۔اسلام نے جنگ برائے امن اور ہر قسم کی انسداد فتنہ گری کا تصور دیا ہے،اور یہ جنگ صرف جسمانی طور پر میدان جنگ میں ہی نہیں لڑی جاتی بلکہ بیرونی جنگ لڑنے کہ لئے پہلے ہر مسلمان کو اپنے نفس کے فتنے کے خلاف جہاد کرنا ہوتا ہے۔اور پھر جب یہی مسلمان میدان جنگ میں اترتا ہے تو اس کو کھلی چھوٹ نہیں ملتی بلکہ انسانیت کی تحفظ کے لئے اس کو حدود وقیود کا پابند کیا جاتا ہے، مجاہد کو ظلم وزیادتی کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ "[54]

"اور اللہ کے راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی مت کرو، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا"۔

اللہ زیادتی اور ظلم کو ناپسند فرماتے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ جہاد کا مقصد صرف قتل وغارت گری ہو۔جہاد سے متعلق احادیث اور قرآنی آیات سے واضح ہے کہ مسلمانوں کو جہاد کے نام پر کسی قسم کی دہشت گردی کی اجازت نہیں۔ قریشی نے غیر اسلامی تنظیموں کے عمل اور قرآن وحدیث کی غلط تشریحات کر کے اسلام اور حضرت محمدؐ کی تعلیمات کا مذاق بنانے کی کوشش کی ہے اور بار بار غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

حضرت محمدؐ ایک ریاست کے سربراہ تھے اور بحیثیت سربراہ لازم تھا کہ ریاستی فلاح کے لئے جو ضروری تھا وہ کرتے اور ان کا جہاد کے متعلق ارشادات بحیثیت سربراہ ریاست، حکم کا درجہ رکھتے تھے کوئی بھی شخص اٹھ کر جہاد کااُذن نہیں دے سکتا جب تک حکمران کی جانب سے حکم نہ ہو۔اس لئے قریشی کا یہ کہنا کہ حضرت محمدؐ کے تمام پیروکاران کی پیروی کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں بالکل غلط ہے۔جہاں تک مکہ میں جہاد نہ ہونے کی وجہ ہے تو اول تو وہاں مسلمان اس پوزیشن میں نہ تھے کہ اپنا مسلح دفاع کر سکتے اور نہ ہی وہاں کوئی اسلامی ریاست کا وجود تھا اس لئے تمام مسلمان مشرکین مکہ کا ظلم وستم سہتے رہے، یہاں تک کہ ان کو ان کے وطن سے بھی نکال دیا گیا۔اس کی مثال بالکل حضرت عیسیٰؑ کی جیسی ہے انھوں نے اگرچہ یہ کہا کہ وہ تلوار لیکر آئے ہیں جس کا مطلب جہاد تھا مگر ان کی کمزور پوزیشن اس کی اجازت نہیں دیتی تھی نہ ہی وہ کسی ریاست کے فرمانروا تھے،ان کے دوبارہ نزول پر البتہ وہ جہاد کریں گے۔اس لئے قریشی کا اول تو حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ کا جہاد کے میدان میں موازنہ بنتا ہی نہیں اگر بنتا بھی ہے تو حضرت عیسیٰؑ کے نزول ثانی کے بعد ایسا ہو سکتا ہے۔

قریشی کے اعتراض کے حضرت محمدؐ کی 9 سالہ مدنی زندگی 86 جنگوں پر مشتمل تھی تو جب اعداد وشمار کی بات آئے گی تو تب بھی اسلام کا پلڑا بھاری ہوگا ،کیونکہ حضرت محمدؐ نے ستائیس غزوات میں شرکت کی جن میں سے صرف نو میں قتال ہوا[55]۔شہداء کی تعداد 136 اور دشمن کے مقتولین 286 جبکہ جنگی قیدیوں کی تعداد 6070 ہے اور ان میں سے کوئی بھی قتل

نہیں کیا گیا بلکہ سارے کے سارے رہا کئے گئے[56]۔اور ان 86 غزوات و سرائع میں قتل وغارت گری اور خونریزی کا تناسب عیسائیوں کی لڑی گئی کسی ایک لڑائی سے بھی کم تھا اور بڑا رقبہ زمین فتح کیا گیا اور مفتوح علاقوں کی زمین اور وہاں پر مالی نقصان کم سے کم تر تھا۔

جبکہ صلیبی جنگوں اور جدید جنگوں میں پورے پورے ملک اور شہر ہی صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے اس کی حالیہ مثال غزہ کی ہے جس میں نہ بوڑھوں، بچوں، عورتوں کو زندہ چھوڑا گیا نہ کسی ہسپتال، سکول، معبد گاہ اور گھر کو سلامت چھوڑا اور لڑنے والے یہود و نصاریٰ ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ ان میں سے ایک خدا کے محبوب ہیں اور دوسرے محبت، امن وسلامتی کے پیکر و علمبردار ہیں۔

ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹمی بم گرانے والے بھی قریشی کے ہم مذہبوں نے صرف دنیا پر اپنی طاقت کی دھاک بٹھانے کے خاطر لاکھوں معصوم لوگوں کو مار ڈالا۔اور اس وقت سے نام نہاد انسانی حقوق اور امن کے نعرے بلند کرنے والی اس عیسائی ریاست کا سارا زور دنیا میں امن کے نام پر بدامنی کو پروموٹ کرنا ہے اس سلسلہ میں وہ اپنے ذاتی مفاد کو مدنظر رکھتے کبھی ہندوستان کی حمایت کرتے نظر آتا ہے تو کبھی اسرائیل کا ساتھ دیتی ہے۔

قریشی کو یہ اعتراض ہے کہ حضرت محمدؐ خود ایک ملٹری لیڈر تھے۔اگر یہ بات اتنی ہی غلط تھی تو آج دنیا میں اتنی فوج اور ملٹری کی ضرورت کیونکر ہے۔قریشی کے والد امریکی نیوی میں لیفٹننٹ کمانڈر تھے۔اسی طرح تاج برطانیہ کے شہزادے خود فوجی مہمات میں کیوں شریک ہوتے ہیں۔بائبل میں جنگجوؤں اور سورماؤں کا ذکر کیوں ہوتا۔قریشی کا موقف ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے صرف محبت کا درس دیا تو حضرت عیسیٰؑ اگرچہ نبی تھے ان پر کتاب نازل ہوئی تھی مگر ان کو حکومت اور قدرت حاصل نہیں ہوئی تھی۔یہ سب ان کو اسلامی عقیدے کے مطابق ان کے دوبارہ نزول پر ملے گا۔مگر جب تک کا ذکر ہے تو ان کا موازنہ کسی طور حضرت محمدؐ سے نہیں بن سکتا کیونکہ وہ نبی ضرور تھے مگر بادشاہ یا حکمران نہ تھے۔دوسرا اگر قریشی کے تناظر سے دیکھا جائے تو وہ خدا تھے اور خدا کو لڑنے کی پھر کیا ضرورت تھی وہ تو "آل پاور" تھے۔اب جب کہ عیسائی عقیدے کے مطابق وہ خدا تھے تو جہاد اور جنگ کا حکم تو ان ہی کی جانب سے تھا جو قبل انبیاء تھے ان کو حکم جہاد کون دے رہا تھا؟

جبکہ قریشی کے موقف کے مطابق یسوعؑ کلام اللہ تھے اور بائبل میں ذکر ہے کہ خدا کا کلام مجھ پر نازل ہوا اور کہا کہ دیکھ آج میں نے تمہیں قوموں پر اور سلطنتوں پر مقرر کرتا ہوں تاکہ تم ان کو اکھاڑے، ڈھائے اور ہلاک کرے، گرائے اور تعمیر کرے[57]۔یہ آیت قریشی کو عالمگیر جہاد والے اعتراض کا بھی جواب ہے۔اس آیت میں بھی تمام قوموں اور سلطنتوں کا بیان ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر جب حضرت عیسیٰؑ واپس دنیا میں ائیں گے تو کیا اس وقت بھی ان کا پیغام امن ہوگا جیسا کہ ان کی ہر جہادی بات کی تاویل قریشی کرتا رہا ہے تو پھر وہ اس ایت کے متعلق جو بائبل میں ہے کہ کیا موقف رکھتا ہے جس میں واضح لکھا ہے کہ اس وقت وہ بے دین ظاہر ہوگا جسے یسوع مسیح اپنی پھونک سے ہلاک اور اپنی آمد کی تجلّی سے برباد کرے گا[58]۔عہد نامہ جدید کی کتاب مکاشفہ میں درج ہے کہ حضرت عیسیٰؑ پھر سے جب دنیا میں ائیں گے تو شدید خونریز جنگ کریں گے وہ سفید گھوڑے پر سوار ہوں گے حق وانصاف کے لئے لڑئیں گے ان کی آنکھوں میں آگ کے شعلے ہوں اور وہ خون چھڑکی ہوئی پوشاک پہنے ہوں گے ہے اور اور اس کا نام کلام خدا ہوگا۔ان کے ساتھ آسمانی فوج کے لشکر ہوں گے۔خود یسوع کے منہ سے تیز دھار تلوار نکلے گی اور اس کے حکومت لوہے کے عصا کے ذریعے ہوگی مطلب قوت والی۔وہ زمینی بادشاہوں سے جنگ

کریں گے اور بڑے دشمن کو آگ اور گندھک میں زندہ جلائیں گے اور باقیوں کو اپنی تلوار سے قتل کریں گے وغیرہ[59]۔

اسی طرح اس کا ذکر ایک عیسائی مصنفہ نے بھی اپنے کتاب میں کیا ہے لکھتی ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے آنے پر ایک ایٹمی جنگ ہو گی جس میں پہلا وار عیسیٰؑ خود کریں گے اور وہ ایک نیا ہتھیار استعمال کریں گے جس کے اثرات نیوٹرون بم کی مانند ہوں گے جسم پورے ہی گل جائیں گے۔ جس کا ذکر بائبل کی کتاب زکریاہ کے باب 14 کی آیت 12 میں کیا گیا ہے[60]۔

مطلب صاف ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بھی جہاد کریں گے کیونکہ جہاد الہامی مذاہب کا حکم ہے جس کا مقصد اللہ واحد کا پیغام پھیلانا ہے۔اور انبیاء کی سنت ہے جس کا ذکر بائبل میں ہے کہ جدعون ،برق ،سمسون ،افتاہ ،داؤد، سموئیل اور باقی نبی ایمان کی طاقت سے سلطنتوں پر غالب ائے، بہادری سے لڑائیاں لڑئیں اور غیر فوجوں کو بھگادیا۔[61]

اس تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ قریشی کا جہادپر مؤقف بظاہر بہ دلائل اور مؤثر ہونے کے باوجود سطحی، مخصوص من پسند انتخابات واقتباسات، غیر تحقیقی تشریحات اور مذہبی تعصب پر مبنی ہے۔ وہ اسلامی اثار وتاریخ میں موجود جہاد کے اُذن، دفاعی، اخلاقی اور مصلحانہ پہلوؤں کو یکسر نظر انداز کر کے اسے محض عسکری تشدد قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن وسنت کا جہادی تصور ایک اصولی، منظّم، اصلاحی اور اخلاقی نظام ہے جو ظلم کے مقابلے میں دفاع اور اصلاح معاشرہ کا ذریعہ ہے، نہ کہ اندھا دھند خونریزی کا جواز مہیا کرتا ہے اسلام کے نام پر جتنی بھی کاروائیاں ہوتی ہیں ان کو اسلام سے جوڑنے کے بجائے ضرورت اس امر کی ہے کہ غیر جانبدارانہ تحقیق کی جائے اور پروپیگنڈے سے احتراز کیا جائے اور حق کو پہچان کر حق کا ساتھ دیا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَاوَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ "[62]"

تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے بصیرت کے سامان پہنچ چکے ہیں اب جو شخص انکھیں کھول کر دیکھے گا وہ اپناہی بھلا کرے گا اور جو شخص اندھا بن جائے گا وہ اپناہی نقصان کرے گا اور مجھے تمہاری حفاظت کی ذمہ داری نہیں سونپی گئی"۔

نتائج البحث:

1. قریشی اپنے سابقہ عقیدے کی بنا پر اسلام کی تعلیمات حکمت سے پوری طرح واقف نہیں تھے مگر انہوں نے اپنے آپ کو دانستہ سابقہ مسلمان کہہ کر قاری کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔
2. قریشی کی جہاد کی تعریف بنیادی طور پر انتہا پسندانہ تشریحات پر مبنی ہے جو اسلام کی درست نمائندگی نہیں کرتی ہے۔ جہاد بنیادی طور پر دفاعی اور اصولی کوشش کا نام ہے نہ کہ توسیع پسندانہ یا پر تشدد کاروائی ہے۔
3. قریشی جانبداری سے تحقیق کرتے ہوئے بائبل کی تاریخ اور صلیبی جنگوں میں تشدد کو نظر انداز کرتے ہیں جبکہ اسلام پر اعتراضات کرتے ہوئے تحقیقی کسوٹی بدل لیتے ہیں، جو ایک طریقہ کار کے دوہرے معیار کو ظاہر کرتا ہے۔
4. قریشی اسلامی مآخذ سے منتخب اور مخصوص حوالہ جات لیتے ہیں اور غیر محققانہ تشریح کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن کے دلائل اسلامی نظریے کے معروضی تجزیہ کے بجائے ان کے ذاتی مذہبی سفر اور مذہبی وابستگیوں سے تشکیل پاتے ہیں۔
5. جہاد اور صلیبی جنگوں کے مقاصد میں فرق یہ واضح کرتا ہے کہ صلیبی جنگیں صرف ایک طویل ظلم وجبر کا دور تھا جس کے پیش نظر صرف مادی فوائد اور اسلام دشمنی تھی۔

6. قریشی نے نبی کریمؐ کی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے عصر حاضر کی کالعدم اسلامی تنظیموں کے عمل کو اسلام کے ساتھ جوڑنے کی مذموم کوشش کی ہے جس کا مبادیات اسلام سے کوئی تعلق نہیں، حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات محبت، امن اور صلح واصلاح پر مبنی تھیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

[1] .Qureshi, No God but One, Allah or Jesus?, Zondervan Michigan,2016,p,130

[2] .Qureshi, No God but One, Allah or Jesus,p139

[3] .Dicken, Mary And, Fellows, Nicholas, Access to History: The Crusades 1071–1204, Dynamic Learning,p5

[4] .Qureshi, No God but One, Allah or Jesus,p143

[5] . Dicken,Access to History: The Crusades 1071–1204,p4

[6] . Dicken ،Access to History: The Crusades 1071–1204,p12

[7] . Phillips, Jonathan, The Crusades: A Complete History, History Today , Volume 65 Issue 5 May 2015,p,3

[8] . Qureshi ,No God but One, Allah or Jesus,p,125

[9] ۔سلطان صلاح الدین ایوبی کا تعلق کرد قوم سے تھا اپ 19 ستمبر 1138ء میں تکریت کے مقام پر پیدا ہوئے اپ کا نام یوسف رکھا گیا صلاح الدین نے سلطان الدین زنگی کے زیر سایہ تربیت پائی، آپ ایوبی سلطنت کے بانی ہیں۔ آپ کی سب سے بڑی کامیابی 1187ء میں صلیبیوں کو شکست دے کر بیت المقدس کو آزاد کرانا تھا، جس کے بعد آپ "فاتح بیت المقدس" کہلائے۔ آپ کا انتقال 1193ء میں دمشق میں ہوا۔ اصف، خان، صلاح الدین ایوبی، القریش پبلیکیشنز لاہور، 2009، ص2

[10] . Qureshi No God but One,Allah or Jesus,p,130

[11] ۔ہاشمی، طالب، الملک الظاہر بیبرس، القمر انٹر پرائزز لاہور، 1995ء، ص42۔97

[12] . Rodenbeck, Max ,Cairo The City Victorious, Knopf Doubleday Publishing Group,NewYork,1999,p,57

[13] ۔عمرو بن العاص بن وائل بن ھاشم بن سعید (585ء-664ء) کنیت ابوعبداللہ، آپ فاتح مصر تھے اور ایک بہادر سپہ سالار کے طور پہ جانے جاتے ہیں۔ ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ بن محمد، ابو عمر، کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، مکتبۃ نھضۃ مصر بالقاھرۃ، 1380ھ / 1960ء، ج3، ص1184

[14] . Qureshi ،No God but One, Allah or Jesus,p,131

[15] . Buttler,J.Alfred,The Arab conquest of Egypt, Oxford press 1902,p268

[16] . Buttler,The Arab conquest of Egypt, ,p281,285

[17] ۔القوصی،عطیۃ،ڈاکتور، تاریخ مصر الاسلامیہ، دارالثقافۃ العربیۃ القاہرۃ، 2011ء، ص22

[18] . Qureshi, No God but One, Allah or Jesus,p,135

[19] .Qureshi, No God but One, Allah or Jesus,p,136

[20] ۔سورۃ التوبہ:11

[21] ۔مودودی، ابوالاعلیٰ سیّد، مرتد کی سزا اسلامی قانون میں، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، 1970ء، ص11

[22] ۔مودودی، مرتد کی سزا اسلامی قانون میں، ص52

[23] ۔عباسی، منظور احسن، جرم ارتداد اور اس کی اسلامی سزا، اسلامی مشن لاہور، 1974ء، ص9

[24] ۔عباسی، جرم ارتداد اور اس کی اسلامی سزا، ص19

[25] ۔سورۃ البقرہ:256

[26] ۔ابن کثیر، عماد الدین، تفسیر القران العظیم، موسسۃ قرطبہ قاہرہ، 1421ھ، ج،2، ص446

[27] ۔مہانی، آل حسن، مولانا، کتاب الاستفسار، دارالمعارف لاہور، ص،481

[28] ۔یوسف، صلاح الدین، تفسیر احسن البیان، شاہ فہد قران کریم پرنٹنگ کمپلیکس سعودیہ عرب، 2011ء، ص،111

[29] ۔السلفی، محمد لقمان، تیسیر القران لبیان القران، دارالداعی پبلشرز ریاض، 2001ء، ص148

[30] ۔ابوعبیدہ بن جراح عامر بن عبد اللہ (583ء-639ء) آپ کو دربار رسالت سے امین الامت کا خطاب ملا قریش کے قبیلہ فہر سے تعلق تھا۔ السابقون الاولون اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ 18ھ میں بمقام اردن طاعون سے وفات پائی۔ الزرکلی، خیر الدین، الاعلام، دارالعلم للملایین بیروت، 2004ء، ج3، ص252

[31] ۔جمیل، میاں محمد، تفسیر فہم القرآن، ابوہریرہ اکیڈمی، لاہور، 2014، ج2، ص811

[32] .Qureshi,No God but one,Allah or Jesus,p137

[33] ۔پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری 1951ء میں جھنگ میں فرید الدین قادری کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ منہاج القرآن انٹرنیشنل (MQI) کے بانی رہنما ہیں، جسے 1980 میں قائم کیا گیا تھا جو دنیا بھر میں نوے سے زیادہ ممالک میں شاخیں اور مراکز رکھنے والی تنظیم ہے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے
Shaykh ul Islam,Dr Muhammad Tahir ul Qadri,A Profile,https://minhaj.org/

[34] ۔سورۃ المائدۃ:32

[35] ۔سورۃ البقرہ:217

[36] ۔القادری، محمد طاہر، شیخ، ڈاکٹر، اسلام دین امن یا دین فساد، منہاج القران پرنٹرز لاہور، 2017، ص72

[37] ۔سورۃ النساء:24

[38] ۔مودودی، ابوالاعلیٰ، سیّد، تفہیمات (مسئلہ غلامی) اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ج2، ص320

[39] ۔بخاری، ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (صحیح البخاری)، دار ابن کثیر الیمامہ بیروت، 1407ھ /1987ء، کتاب النکاح، باب من اعتق جاریتہ ثم تزوجھا، حدیث نمبر 5083

40 . Kerry, John, ISIL's Dehumanization of Women and Girls,(statement),US Deptt of State,Washington, DC
October 14, 2014(https://2009-2017.state.gov/secretary/remarks/2014)

41 . Numbers31, Deuteronomy20,21

42 .Qureshi,No God but One.Allah or jesus,p,144

43 ۔استثناء14:20-10

44 دریابادی، عبد الماجد مولانا، القران الکریم تفسیر ماجدی، پاک کمپنی اردو بازار لاہور، سورۃ التوبہ، 1 تا 11، ص428

45 ۔ابن سعد، محمد بن سعد البصری، ابو عبد اللہ، الطبقات الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1410ھ، 1990ء، ج اول، ص73

46 ۔ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج دوم، ص97

47 .Qureshi, No God but one, Allah or Jesus,p148

48 ۔ خطیب جامع مسجد پاکستان سینٹر، ابو ظہبی

49 ۔ڈار، محمد حنیف قاری، آیتِ سیف، سورہ توبہ اور تکمیل دین، 19 ستمبر 2016، 7:59AM
https://hanifdarblog.wordpress.com//

50 .Qureshi, No God but One, Allah or Jesus,p,148

51 ۔سورۃ النساء:75

52 ۔سورۃ الحج:39

53 ۔بخاری، صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، حدیث 2810

54 ۔سورۃ البقرہ:190

55 ۔ حلبی، علی بن برہان الدین، علامہ، غزوات النبیؐ، دار الاشاعت کراچی، 2001ء، ص53

56 کیلانی، محمد اقبال، جہاد کے مسائل، حدیث پبلیکیشنز لاہور، 1996ء، ص63

57 ۔یرمیاہ 1:10، 9

58 2۔ تھسلنیکیوں 8:2

59 ۔مکاشفہ، باب 19، آیات 21-11

60 ۔ہالسیل، گریس، خوفناک صلیبی جنگ، مترجم، رضی الدین سید، راحیل پبلیکشنز اردو بازار کراچی، 2010ء، ص25

61 ۔عبرانیوں 11:32

62 ۔سورۃ الانعام:104